Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum-e-Islamia/
E-Mail:muloomi@iub.edu.pk ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
Vol.No: 31, Issue:02. (Jul-Dec 2024) Date of Publication: 27-11-2024
Published by: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

ثقافتی ورثے کا تحفظ: بین الاقوامی قوانین اور اسلامی قانون کی روشنی میں

Preservation of Cultural Heritage: in Light of International Laws and Islamic Law

Muhammad Rafeeq Shinwari
Assistant Professor of Department of Shariah & Law at Shifa Tameer-e-Millat University, Islamabad.
Corresponding Author Email: rafeeq.dsl@stmu.edu.pk

Abstract:

Cultural property, including historical monuments, museums, and archaeological sites, is an integral part of human heritage, reflecting the history, identity, and values of nations and civilizations. However, these precious assets have often been subject to destruction, damage, and looting during wars and conflicts. The devastating impact of armed conflict on cultural property has compelled the international community to develop a robust legal framework for its protection. The legal system for the protection of cultural property during war has evolved over a long period of time, from customary international law to treaty-based laws. This development reflects the recognition of the importance of culture and its role in promoting peace.

Keywords: Cultural Property, Monuments, Museums, Archaeological Sites, Human Heritage

ا۔ تعارف

ثقافتی املاک، بشمول تاریخی یادگاریں، عجائب گھر، اور آثار قدیمہ، انسانی ورثے کا ایک لازمی حصہ ہیں، جو قوموں اور تہذیبوں کی تاریخ، شناخت اور اقدار کی عکاسی کرتے ہیں۔ تاہم، یہ قیمتی اثاثے اکثر جنگ اور تنازعات کے دوران تباہی، نقصان اور لوٹ مار کا شکار رہے ہیں۔ ثقافتی املاک پر مسلح تنازعات کے تباہ کن اثرات نے بین الاقوامی برادری کو ان کے تحفظ کے لیے ایک مضبوط قانونی فریم ورک تیار کرنے پر مجبور کیا ہے۔ جنگ کے دوران ثقافتی املاک کے تحفظ کے لیے موجود قانونی نظام روایتی بین الاقوامی قانون سے لے کر معاہدے پر مبنی قوانین کی صورت میں ایک طویل عرصے میں تیار ہوا ہے۔ یہ پیش رفت ثقافت کی اہمیت اور امن کو فروغ دینے کے لیے اس کے کردار کو تسلیم کرنے کا غماز ہے۔

یہ مقالہ جنگ کے دوران ثقافتی املاک کے تحفظ کے لیے وضع شدہ کثیر جہتی قانونی نظام کا جائزہ لیتا ہے، بین الاقوامی قانون سازی کی تاریخ، بین الاقوامی قانون کے موجودہ قواعد، اور اسلامی قانون کے پیش کردہ منفرد نقطہ نظر کا جائزہ لینا مقصود ہے۔ بین الاقوامی قانون سازی کے ارتقاء، موجودہ بین الاقوامی قانون کی باریکیوں، اور اسلامی قانون کے مخصوص اصولوں کو تلاش کرتے ہوئے، یہ مقالہ جنگ کے دوران ثقافتی ورثے کے تحفظ کے بارے میں علمی بحث میں یہ ایک حقیر سی کاوش ہے۔ اس مطالعہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ ثقافتی املاک کے تحفظ سے متعلق بین الاقوامی قانون سازی کی ترقی کا ایک تاریخی جائزہ فراہم کرتا ہے۔ دوسرا حصہ متعلقہ

کنونشنز، پروٹوکولز، اور روایتی قانون پر توجہ مرکوز کرتے ہوئے، جنگ کے دوران ثقافتی املاک کے تحفظ کو منضبط کرنے والے بین الاقوامی قانون کے موجودہ نظام کا جائزہ لیتا ہے۔ تیسرا حصہ ثقافتی املاک کے تحفظ کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر کو بیان کرتا ہے، جس میں اس موضوع سے متعلق مسلمانوں کے طرز عمل کی رہنمائی کرنے والے اصولوں، قوانین اور طریقوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

۲۔ ثقافتی ورثے کے تحفظ سے متعلق بین الاقوامی قانون کا ارتقا

ثقافتی ورثے کے تحفظ سے متعلق بین الاقوامی قانون کی جڑیں قدیم یونان اور رومی تہذیبوں میں پیوستہ نظر آتی ہیں۔ مثلاً مشہور یونانی مورخ، ہیروڈوٹس (م:۴۸۳ قبل از مسیح) نے فارسی بادشاہ زرکسیز کے ہاتھوں بابل شہر میں قدیم بابلی سلطنت کی تعمیر کردہ عمارات کے انہدام کو اس بنیاد پر غلط قرار دے کر تنقید کا نشانہ بنایا ہے کہ یہ تعمیرات ایک تاریخی اور ثقافتی اہمیت کی حامل تھی جن کا انہدام جنگی مقصد کے پیشِ نظر غیر ضروری اور ایک تاریخی و ثقافتی اعتبار سے اہم اشیاء کا خاتمہ تھا۔[1] تاریخی یا ثقافتی اعتبار سے اہم مقامات کو نشانہ بنانے سے گریز کی روایت کی پیروی اسکندرِ اعظم (م:۳۵۶ قبل مسیح) میں کی جاتی رہی۔ تاریخ نگاروں کے مطابق صرف فارس کے دار الحکومت پر سیپولیس کو جلا دینے کا ایک صرف ایک واقعہ ہے جس میں فارسی سلطنت کے آثار کو مٹایا گیا۔ مگر اس ایک واقعہ پر بھی اسکندرِ اعظم کو بعد افسوس رہا۔[2] دیگر سلطنتوں، تہذیبوں اور ثقافتوں کی باقیات کو جنگوں میں تباہ نہ کرنے والے رجحانات کی وجہ شاید اپنے زمانے کے ایک ذہین انسان اور ایک بڑے معلم ارسطو کی تعلیم و تربیت ہو جنہوں نے ثقافتی ورثے کو فاتح و مفتوح دونوں اقوام کی مشترکہ ورثہ سکھایا ہو۔ رومی سلطنت کے دور میں ثقافتی ورثے کے تحفظ سے متعلق اس عرف کا خیال رکھا جاتا رہا۔ تاہم اس دور میں یہ رجحان بھی کثرت سے ملتا ہے کہ اگر ثقافتی ورثہ جنگی مقصد کے حصول میں کسی بھی طرح رکاوٹ بنے تو انھیں نشانہ بنانے سے گریز نہیں کیا جاتا۔[3]

جیسا کہ بین الاقوامی قانون کی عام تاریخ پر یا اس قانون کے کسی خاص مسئلے سے متعلق تاریخ پر لکھنے والوں Eurocentric رجحان ہے کہ ان بحث کا آغاز تو یونان اور روم کی سلطنتوں سے کرتے ہیں اور پھر ایک ہزار سال کی چھلانگ لگا کر جدید یورپ تک پہنچتے ہیں۔ بیچ میں اسلامی تہذیب کے ظہور، ترقی اور علم و حکمت کی دنیا میں اس کی بے نظیر اسہامات کو اتنی آسانی سے نظر انداز کر جاتے ہیں۔ اسلامی قانون میں بعینہ 'جنگ کے دوران ثقافتی ورثے کا تحفظ' کے عنوان سے واضح قوانین ملنا تو شاید مشکل ہو لیکن اس کے ابدی اور آفاقی اصولوں کے مفاہیم اور اطلاقات پر سرسری غور و فکر سے بھی متعلقہ اصولوں کی نشان دہی آسان عمل ہے، جیسا کہ آگے اس کا ذکر آجائے گا۔

بہرحال Just War کے نظریہ سازوں اور جدید بین الاقوامی قانون پر اولین لکھنے والوں کے یہاں جنگی قوانین میں جنگ کے دوران افراد اور مقامات کے تحفظ سے متعلق تحدیدات اور پابندیوں ذکر شامل ہونے لگا۔ بلکہ اٹھارویں صدی میں ایمریک واٹل نے لکھا ہے:

> Devastations and destructions and seizures motivated by hatred and passion, however, are clearly unnecessary and wrong: double wrong indeed, if they also destroy some of the common property of mankind— its inheritance from past, or its means of substance and enrichment in the present.

نفرت اور جذبات سے مغلوب ہو کر کیے جانے والے تباہی، تخریب، اور قبضے واضح طور پر غیر ضروری اور غلط ہیں۔ اگر یہ مشترکہ انسانی ورثے کو تباہ کر دیتے ہیں، ماضی کے تناظر میں اس کے توارث کو ختم کر کے، یا حال میں اس کی جوہر کو یا اس کی

افزودگی کے وسائل کو ختم کرکے، تو یہ ایک دوہرا غلط کام ہے۔[4]

تاہم نپولین کی افواج نے اس عرف کی بڑے پیمانے پر خلاف ورزی کی۔ انہوں نے اپنے مخالفین کے آرٹ اور قدیم قیمتی اشیاء کو لوٹ کر اپنے ملک میں لے کر آئے۔ اگرچہ بعد میں نپولین کے اس عمل کو 'جنگ کے رسم ورواج اور انصاف کے تمام اصولوں کی خلاف ورزی' قرار دیتے ہوئے انھیں ان اشیاء کو اپنے مالک ریاستوں کو واپس کرنا پڑا۔ اس سے ثقافتی ورثے کر جنگ کے دوران تباہی یا قبضے میں لینے کے خلاف کچھ اقدامات کرنے کے رجحان کو مزید پختہ کر دیا۔ بلکہ کی کئی اہم پیش رفتوں سے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ثقافتی ورثے کو تمام انسانیت کی مشترکہ املاک سمجھا جانے لگا۔ مثلاً انیسویں سدی کی ابتدا میں امریکی اور برطانیہ کی جنگ (۱۸۱۲ء تا ۱۸۱۵ء) میں جب برطانوی بحریہ نے امریکی جہاز سے کچھ امریکی سائنسی پرنٹس اور پینٹنگز ضبط کیں۔ اس کا مقدمہ ایک امریکی تنظیم نے برطانوی ایڈمرلٹی کورٹ میں دائر کیا۔ جج نے اپنے فیصلے میں تحریر کیا:

> The same law of nations, which prescribes that all property belonging to the enemy shall be liable to confiscation, has likewise its modifications and relaxations of that rule. The arts and sciences admitted amongst all civilisations as forming an exception to the severe rights of warfare, and as entitled to favour and protection. They are considered not as the peculium to the common interests of this, or that nation, but as belonging of the whole species.

قوموں کا وہی قانون جو یہ بتاتا ہے کہ دشمن کی تمام جائیداد ضبط کی جائے گی، یہ ترمیم اور نرمی بھی رکھتا ہے کہ علوم اور فنون کو جنگ کے شدید حقوق سے ایک استثناء کے طور پر تمام تہذیبوں میں تسلیم کیا گیا ہے، جس کی بنیاد پر انھیں (تباہی سے) رعایت اور تحفظ حاصل ہے۔ انھیں صرف اس قوم کا خاصہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ پوری نوع انسانی کے مشترکہ مفادات کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔[5]

اب تک جتنی بھی پیش رفت نظر آتی ہیں ان کی حیثیت اخلاقی اصولوں تک محدود ہے، باقاعدہ کسی مجاز ادارے کی جانب سے قانون کی شکل نہیں دی گئی تھی۔ قانون کی شکل میں اہم، اور سب سے پہلی، پیش رفت سنہ ۱۸۶۳ میں Lieber Code سامنے آیا۔ لیبر کوڈ ایک ضابطہ تھا جسے جرمن نژاد امریکی پروفیسر لیبر فرانسسکو (م: ۱۸۷۲) نے امریکی خانہ جنگیوں کے دوران یونین آرمی کے لیے تیار کیا تھا۔ اس کوڈ میں دو دفعات ایسی ہیں جو صراحت کے ساتھ ثقافتی ورثے کے متعلق ہیں۔ مثلاً ثقافتی ورثے کے تحفظ سے متعلق دفعہ ۳۵ میں درج تھا:

> Classical works of art, libraries, scientific collections, or precious instruments, such as astronomical telescopes, as well as hospitals, must be secured against all avoidable injury, even when they are contained in fortified places whilst besieged or bombarded.

آرٹ سے متعلق قدیم کام، سائنسی ذخیرے، یا قیمتی آلات مثلاً فلکیاتی دوربین، نیز اسپتالوں کو تمام قابل گریز نقصانات سے تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ اگرچہ ایسی تمام اشیاء محاصرے یا بمباری کے دوران قلعہ بند مقامات میں محفوظ بھی ہوں۔[6]

اسی طرح آرٹیکل ۳۶ قبضے کے دوران فاتح ریاست کے فرائض سے متعلق ہے کہ وہ ایسی جائیداد کو چوری، تباہ یا کسی بھی طرح کا نقصان نہ پہنچائے:

If such works of art, libraries, collections, or instruments belonging to a hostile nation or government, can be removed without injury, the ruler of the conquering state or nation may order them to be seized and removed for the benefit of the said nation. The ultimate ownership is to be settled by the ensuing treaty of peace. In no case shall they be sold or given away, if captured by the armies of the United States, nor shall they ever be privately appropriated, or wantonly destroyed or injured.

اگر ایسے فن پارے، کتب خانے، ذخیرے یا آلات جو کسی دشمن قوم یا حکومت کی ملکیت ہوں، بغیر کسی نقصان کے ہٹائے جا سکتے ہوں، تو فاتح ریاست یا قوم کا حاکم مفتوحہ قوم کے فائدے کے لیے ہی انھیں ہٹانے اور ضبط کرنے کا حکم دے سکتا ہے۔ ان املاک کی حتمی ملکیت کا تصفیہ جنگ ختم ہونے کے بعد امن معاہدے کے ذریعے ہو گا۔ اگر ریاست ہائے متحدہ کی افواج نے ایسے ملاک کو اپنے قبضے میں لیا ہو تو نہ تو انھیں فروخت کیا جائے گا، نہ اپنے پاس رکھیں گی، نہ کسی کی ذاتی ملکیت سمجھا جائے گا، نہ بے دریغ تباہ کیا جائے گا اور نہ کسی اور طرح کا نقصان پہنچایا جائے گا۔[7]

ثقافتی ورثے کے تحفظ سے متعلق قانون کے حوالے اس اہم پیش رفت ہونے کے باوجود حقیقت یہ بھی ہے کہ یہ ایک بین الاقوامی قانون نہیں یونین آرمی کے لیے ہی یہ قانون وضع ہوا تھا جس کی پابندی بقیہ دنیا کی افواج پر لازم نہیں تھی۔ البتہ اس پہلو سے یہ پیش رفت اہم ضرور تھی کہ اس سے باقی دنیا بالخصوص بین الاقوامی قانون سازی کے لیے رجحان پیدا ہوا۔ چناں چہ اٹھارویں صدی، جب صنعتی انقلاب کے نتیجے جدید ہتھیاروں کی مدد سے جنگی تباہ کاریوں میں بہت زیادہ اضافہ ہونے لگا تھا، کے اختتام پر جنگی اثرات کو محدود تر کرنے کے لیے ہیگ شہر میں دو کانفرنس ہوئیں اور اس کے نتیجے میں دو بڑے معاہدے سامنے آئے تھے۔ ان معاہدوں میں کئی پابندیوں سمیت ثقافتی ورثے کے تحفظ سے متعلق بھی دفعات شامل تھی۔ مثلا:

- دشمن کی املاک کو تباہ کرنا یا اپنے قبضے میں لینا باضابطہ طور پر ممنوع تھا، الا یہ کہ 'جنگی ضرورت کے پیشِ نظر ایسا کرنا لازم ٹھیرا ہو'؛[8]
- محاصروں اور بمباری کے دوران مذہب، فن، سائنس، اور فلاحی اداروں، ہسپتالوں کو جہاں تک ممکن ہو محفوظ رکھنے کے لیے تمام ضروری اقدامات کیے جائیں۔ محصور ریاست کو ان عمارتوں یا مقامات کو مخصوص اور واضح طور پر نظر آنے والی نشانیوں سے ظاہر کرنا چاہیے، تاکہ حملہ آور طاقت ان کو نشانہ بنانے سے گریز کریں؛[9]
- مذہبی عقائد کے احترام کے ساتھ ساتھ نجی املاک [بشمول مذہبی یا ثقافتی حوالے سے اہمیت کے حامل] کو نقصان پہنچانے یا اپنے قبضے میں لینے کو بھی ممنوع قرار دیا گیا؛[10]
- لوٹ مار کو بھی قانونی طور پر ممنوع قرار دیا گیا۔[11]
- ایسے اداروں کو، تاریخی یادگاروں، آرٹ یا سائنس کے کاموں کو جان بوجھ کر نقصان پہنچانا، تباہ کرنا، یا اپنے قبضے میں لینا ممنوع اور عدالتی کارروائی کے لیے سزاوار عمل ٹھیرایا گیا۔[12]

بین الاقوامی سطح کی اس غیر معمولی اہم دستاویز میں اگرچہ ثقافتی ورثے کو تحفظ حاصل ہوا، بلکہ اس کی خلاف ورزی کو عدالتی چارہ جوئی کا مستوجب عمل بھی ٹھیرایا گیا۔ مگر قابل گور نکتہ یہ بھی ہے کہ اس دستاویز میں 'جنگی ضرورت' کے پیش نظر ان املاک کو اور جن مقامات میں یہ املاک رکھے گئے ہوں، جنگ کے دوران نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس دستاویز کے سامنے آنے کے تقریباً ڈیڑھ عشرے بعد جنگِ

عظیم اول میں تاریخی اور ثقافتی طور پر اہم مقامات سے مالامال علاقے وسیع پیمانے پر متاثر ہوئے۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں جرمن افواج بیلجیئم کی لووین یونیورسٹی میں گھس گئی۔ اس دوران جرمن افواج نے پروفیسروں کی ذاتی لائبریریوں سمیت یونیورسٹی کی لائبریری کو بھی جلا دیا۔ دو لاکھ سے زائد کتابوں کو، بشمول قرون وسطیٰ کے مخطوطات اور اہم خصوصی ذخیرے، جلا دیا۔ اسی طرح جرمن افواج نے ۱۹۱۴ء میں فرانس میں قرون وسطیٰ کے ریمس کیتھیڈرل (Cathedral Reims) چرچ کو نشانہ بنایا، اور تمام اہم اشیاء کو لوٹ لیا۔ تاہم بعد میں Treaty of Versailles, 1919 کے ذریعے جرمنی کو تمام املاک کو اصل مالک ریاستوں اور اداروں کو واپس کرنے کا پابند بنایا گیا۔ ثقافتی ورثے کی تباہی، لوٹ مار اور بربادی کا سلسلہ جنگ عظیم دوم میں بھی سیکھا گیا۔ بالخصوص جرمنی کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ جرمن افواج نے پانچ سو سے زائد میوزیمز کو برباد کر دیا، اکیس سو سے زائد قیمتی اور نایاب نوادر کو لوٹ کر لے گئے۔[13]

دونوں بڑی جنگوں میں باقی حوالوں سمیت ثقافتی ورثے بھی بربادی اور لوٹ مار کا شکار ہوئی۔ تاریخی عمارتیں بھی نقصان کا نشانہ بنی۔ اور جنگ عظیم دوم میں ایشیائی ممالک کی تاریخی عمارتوں، میوزیمز، اور نوادرات و یادگاروں کو بھی غیر معمولی نقصان پہنچا۔ دوسری جنگ عظیم کے اختتام پر جنگی جرائم کے مرتکبین، جن میں ثقافتی ورثے کے نقصان پہنچانے والے یا انھیں لوٹنے والے بھی شامل تھے، کے خلاف قانونی کارروائی کی گئی۔ تاہم لیگ آف نیشن کو یونائیٹڈ نیشن (اقوام متحدہ) کے ذریعے تبدیل کر دیا گیا اور جنگوں کی روک تھام کے لیے سنجیدہ کوششوں کا آغاز ہونے لگا تو ۱۹۴۹ء میں جنیوا معاہدات کو مناسب ترمیم و تبدیلی کے بعد بین الاقوامی قوانین کے طور پر اختیار کیا گیا۔ ان معاہدات میں اگرچہ نجی املاک، جن میں ظاہر ہے ثقافتی املاک اور ورثہ بھی شامل ہے، کت تباہ کرنے یا کوئی بھی نقصان پہنچانے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، مگر ثقافتی ورثے کا بطورِ خاص حوالہ نہیں۔ تاہم دوسری عالمی جنگ کے دوران دنیا بھر میں ہونے والی تباہی اور لوٹ مار کو روکنے کے لیے بین الاقوامی سطح پر ایک تشویش ضرور برقرار رہی جس نے ۱۹۵۴ء میں ثقافتی املاک کے تحفظ سے متعلق یونیسکو کے زیر نگرانی ایک عالمی کانفرنس بلائے جانے کی راہ ہموار کی۔ ہیگ کنونشن ۱۹۵۴ء، جس نے اب تک سب سے زیادہ جامعیت کے ساتھ ثقافتی ورثے کو تحفظ فراہم کیا، وہ اس کانفرنس کا براہ راست نتیجہ تھا۔[14]

اس معاہدے کی رو سے قابل انتقال اور غیر قابل انتقال دونوں طرح کے ثقافتی املاک کو تحفظ حاصل ہے۔ ان املاک کو یہ تحفظ بین الاقوامی جنگ، خانہ جنگی اور قبضے کے دوران حاصل ہے۔ اس معاہدے نے اس ضمن میں مالک ریاست اور حملہ آور ریاست دونوں پر کچھ ذمہ داریاں عائد کی ہیں۔

دورانِ کانفرنس اس معاہدے کی بعض شقوں سے متعلق بعض ریاستوں کا اتفاق حاصل کرنا مشکل تھا اس لئے ایسی شقوں کو اصل معاہدے علیحدہ اضافی ملحق کی صورت میں جمع کیا گیا[15] تاکہ ریاستوں دونوں معاہدے، یا صرف اصل معاہدے کی توثیق کرنے میں اختیار حاصل رہے۔

سنہ ۱۹۵۴ء کے بعد چند قابلِ ذکر پیش رفت ہوئیں۔ مثلاً جنیوا معاہدات کے ساتھ دو اضافی ملحقات سامنے آئیں ان میں بھی کچھ دفعات ثقافتی ورثے کے تحفظ سے متعلق شامل کی گئیں۔ نیز نصف صدی کے دوران جب کئی نئی ریاستیں بھی وجود میں آئی، جنگوں کے طریقوں اور ہتھیاروں میں خاطر خواہ جدت آئی۔ ان سب کے ساتھ ساتھ ثقافتی ورثے کے تحفظ کو مزید خطرات لاحق ہوئی۔ اس لئے ان تمام غیر معمولی پیش رفتوں کے پیشِ نظر ۱۹۵۴ء کے معاہدے کے ساتھ دوسرا اضافی ملحق سنہ ۱۹۹۹ء میں سامنے آیا۔[16] ایک اہم پیش رفت سن ۲۰۰۳ء میں یہ سامنے آئی کہ یونیسکو کی جانب سے ایک اور بین الاقوامی معاہدے سامنے آیا جو غیر محسوس ثقافتی ورثہ کے تحفظ سے متعلق ہے۔[17] اب تک جتنی قانونی پیش رفتی ہوئی ہے ان سب کا تعلق ٹھوس اور محسوس ثقافتی املاک سے تھا، جنھیں چھوا جا سکے۔ اس

معاہدے کا موضوع غیر محسوس ثقافتی ورثہ ہے۔ جو کسی قوم یا علاقے میں زبان، رسم رواج یا کسی غیر محسوس شکل میں پایا جائے۔

۳۔ جنگ کے دوران ثقافتی ورثے کا تحفظ: بین الاقوامی قانون کا ایک مختصر جائزہ

گزشتہ حصے میں جنگ کے دوران ثقافتی ورثے کے تحفظ کے بارے میں بین الاقوامی قوانین ہونے والی اہم پیش رفتوں کا ایک جائزہ پیش کیا گیا۔ اب اس حصے میں جنگ کے دوران ثقافتی ورثے کے تحفظ سے متعلق موجودہ بین الاقوامی قانونی فریم ورک سامنے رکھا جائے گا۔ یہ حصہ اس مقالے کے تیسرے حصے کے لیے بطور بنیاد کام کرے گا۔ کیوں کہ اس حصے میں ثقافتی ورثے کے تحفظ سے متعلق جو بین الاقوامی فریم ورک رکھا جائے گا، تیسرے حصے میں اسلامی قانون کی روشنی میں اسی جائزہ پیش کیا جائےگا۔ اگرچہ اس دوران یہ پہلو بھی مد نظر رہے گا کہ خود اسلامی ادوار، بالخصوص ابتدائی جنگوں کے دوران ثقافتی ورثے سے متعلق اسلامی افواج کا کیا طرزِ عمل رہا، اور مسلم حکمرانوں کے یہاں سے کیا ہدایات جاری ہوتی رہی۔

۳۔۱: ثقافتی ورثہ کی تعریف

سب سے اہم سوال اس ضمن میں یہ ہے کہ بین الاقوامی قوانین میں ثقافتی ورثے کی تعریف کیا کی گئی ہے اور کسی چیز کو ثقافتی ورثہ قرار دینے کے لیے کیا معیار اور شرائط طے کی گئی ہیں۔ ثقافتی ورثے کی تعریف سے متعلق معاہدہ ہیگ، ۱۹۵۴ء میں درج ہے:

(a) movable or immovable property of great importance to the cultural heritage of every people, such as monuments of architecture, art or history, whether religious or secular; archaeological sites; groups of buildings which, as a whole, are of historical or artistic interest; works of art; manuscripts, books and other objects of artistic, historical or archaeological interest; as well as scientific collections and important collections of books or archives or of reproductions of the property defined above;

(b) buildings whose main and effective purpose is to preserve or exhibit the movable cultural property defined in sub-paragraph (a) such as museums, large libraries and depositories of archives, and refuges intended to shelter, in the event of armed conflict, the movable cultural property defined in sub-paragraph (a);

(c) centers containing a large amount of cultural property as defined in sub-paragraphs (a) and (b), to be known as "centers containing monuments.

ا: منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد جو کسی بھی قوم کے ثقافتی ورثے کے لیے بہت اہمیت کی حامل ہو، جیسے فن تعمیر، آرٹ یا تاریخی یادگاریں، چاہے مذہبی ہو یا سیکولر؛ آثار قدیمہ کے مقامات؛ کوئی مجموعہ تعمیرات جو کہ مجموعی طور پر تاریخی یا فنی مہارت کے اعتبار سے دلچسپی کے حامل ہوں؛ آرٹ کے کام؛ مخطوطات، کتابیں اور فنکارانہ، تاریخی یا آثار قدیمہ کی دلچسپی کی دیگر اشیاء؛ اس کے ساتھ ساتھ سائنسی مجموعے اور کتابوں یا محفوظ دستاویزات کے اہم مجموعے یا مذکورہ اہم اشیاء کی تخلیق نو کے مجموعے؛

ب: وہ عمارتیں جن کا بنیادی اور موثر مقصد مسلح تصادم کی صورت میں مندرجہ بالا پیراگراف (ا) میں بیان کردہ منقولہ ثقافتی املاک کو محفوظ رکھنا یا اس کی نمائش کرنا ہے جیسے عجائب گھر، بڑی لائبریریاں اور محفوظ دستاویزات کے ذخیرے، اور محفوظ مقامات۔ منقولہ ثقافتی جائیداد کی تعریف مندرجہ بالا پیراگراف (ا) میں بیان کی گئی ہے؛

ج: ایسے مراکز جو ثقافتی املاک کی ایک بڑی مقدار پر مشتمل ہوں جیسا کہ ذیلی پیراگراف (ا) اور (ب) میں بیان کیا گیا ہے، جنہیں

"یادگاروں پر مشتمل مراکز" کے نام سے جانا جاتا ہے۔[18]

اس دفعہ کی رو سے تین قسم کی اشیاء اور عمارتوں کو تحفظ حاصل ہے: ایک ثقافتی املاک (مذکورہ تعریف کے مطابق)؛ وہ مراکز جہاں یہ اشیاء نمائش کے لیے رکھی گئی ہوں؛ اور وہ مقامات جہاں مسلح تصادم کے دوران ان اشیاء کو محفوظ رکھا گیا، ان مقامات کو بھی تحفظ حاصل ہے۔

۳۔۲: 'مادی' و 'غیر مادی' ثقافتی ورثہ؟

غیر محسوس ثقافتی ورثہ (Intangible Cultural Heritage) سے کیا مراد ہے اور کیا وہ اس ثقافتی ورثہ کے دائرے میں شامل بھی ہے جسے بین الاقوامی قوانین کی رو سے تحفظ حاصل ہے؟ اس سوال کا جواب دینے سے پہلے ایک اور نکتے کی طرف اشارہ ضروری ہے۔ وہ قابل ذکر نکتہ یہ ہے کہ یہاں دو اصطلاحات استعمال کی جاتی ہیں: ایک Cultural Heritage جس کا اردو میں آسانی کے لیے ثقافتی ورثہ سے کی جاتی ہے؛ اور دوسری اصطلاح ہے Cultural Property جس کا اردو ترجمہ ثقافتی املاک کیا جائے گا۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ اول الذکر اصطلاح یعنی Cultural Heritage (ثقافتی ورثہ) خاص ہے جس کا اطلاق صرف محسوس و مادی اشیاء، جنھیں چھوا جاسکے اور اپنے قبضے میں لیا جاسکے، پر کیا جاتا ہے۔ جب کہ دوسری اصطلاح یعنی Cultural Property (ثقافتی املاک) عام ہے اس کا اطلاق محسوس و غیر محسوس یا مادی و غیر مادی دونوں طرح کی اشیاء پر کیا جاتا ہے۔[19]

سنہ ۲۰۰۳ء یونیسکو کے زیر اہتمام ایک اور بین الاقوامی معاہدہ سامنے آیا جس کا محور غیر مادی ثقافتی ورثے کا تحفظ ہے۔[20] اس معاہدے کی رو سے غیر مادی ثقافتی ورثہ سے مراد وہ ثقافتی طور طریقے، تاثرات، معلومات، اور مہارتیں ہیں جنھیں کسی مخصوص علاقے کے لوگ اپنی ثقافتی شناخت کے حصے کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ یہ امور ان کے یہاں نسل در نسل منتقل ہوتے ہیں۔ مختلف ماحولیاتی، تاریخی اور سماجی عوامل کے ساتھ تعامل کے نتیجے میں ان میں تسلسل کے ساتھ حزف واضافہ اور ترمیم کا عمل بھی جاری رہتا ہے۔ اسی طرح اس میں ان لوگوں کے یہاں معروف زبانی روایات، پرفارمنگ آرٹس، سماجی طریقے، طرزِ زندگی، کائنات اور فطرت سے متعلق مخصوص معلومات (جنھیں اس طبقے کے لٹریچر اور ادب کی حثیت سے دیکھا اور سمجھا جاتا ہے)، اور روایتی دستکاری وغیرہ امور شامل ہیں۔[21] اس معاہدے کی رو سے ان غیر محسوس ثقافتی ورثے کی حفاظت لازم ہے۔ حفاظت سے مراد اس قسم کے ورثے کی نگہداشت کے لیے کیے جانے والے اقدامات ہیں، جن میں اس نوع کی ورثے کی حفاظت، ترویج، ترقی، اور اگلی نسلوں تک ان کا انتقال، خاص طور پر رسمی اور غیر رسمی تعلیم کے ذریعے، اور اس ورثے کے مختلف پہلوؤں کی احیا شامل ہیں۔[22]

ثقافتی ورثے یا وہ مراکز جہاں انھیں حفاظت یا نمائش کی غرض سے رکھا جاتا ہے یا وہ مقامات جو حالتِ جنگ میں حفاظت کے لیے رکھا جاتا ہے، اسی طرح وہ مراکز و مقامات جہاں غیر محسوس ثقافتی ورثے کے تحفظ کے لیے کام کیا جاتا ہے، یا تاریخی یادگاریں اور مقامات۔ معاہدہ ہیگ ۱۹۵۴ء کے مطابق ان سب پر ایک مخصوص علامت لگانا لازم ہے۔[23] اس علامت کو ایک ڈھال کی شکل میں ڈیزائن گیا ہے جو ایک نیلے مربع، اس کے دائیں اور بائیں ایک ایک سفید مثلث اور اوپر ایک تیسری نیلی مثلث پر مشتمل ہے۔ اس علامت کو مطلوبہ املاک پر ڈھال کی شکل میں تین جگہوں پر لگایا جائے گا۔ یہ علامت صرف Special Protection (اس مقالے میں اس انگریزی اصطلاح کو 'خصوصی نظامِ تحفظ' سے یاد کیا جائے گا) والے ثقافتی ورثے کے لیے استعمال کی جائے گی۔[24] نیز ان علامات کو ان مقامات کے لیے بھی استعمال کیا جائے گا جہاں ثقافتی ورثے کو رکھا گیا ہو، وہ لوگ بھی استعمال کرتے ہیں جنھیں باقاعدہ مجاز اتھارٹی کی جانب سے ثقافتی ورثے کے تحفظ کی ذمہ داری سونپی گئی ہو۔[25] دورانِ جنگ ان علامات کا دیگر عمارتوں، مقامات یا افراد کے لیے اس معاہدے میں دیے گئے طریقے کے خلاف استعمال ممنوع ہے۔[26] بلکہ یہ علامات جنھیں دورانِ جنگ تحفظ کے لیے ہی وضع کیا گیا ہے ان کا غیر قانونی استعمال بعض اوقات میں Perfidy 'دھوکے' میں شامل ہوتا ہے جو جنگی قوانین کی خلاف

ورزی ہے۔

۳۔۳: مقبوضہ علاقوں کے ثقافتی ورثے کا تحفظ

معاہدہ ہیگ، ۱۹۵۴ء کے مطابق قابض طاقتیں مقبوضہ علاقوں میں موجود ثقافتی ورثے کے تحفظ کے حتی الامکان ذمہ دار ہوں گے۔[27] تاہم اگرچہ بین الاقوامی سطح پر اس معاہدہ میں مقبوضہ علاقوں کے ثقافتی ورثے کے تحفظ کے بارے میں قابض طاقتوں پر چند مزید پابندیاں عائد کرنے کی کوششیں کی گئیں لیکن بوجوہ ان پابندیوں کو معاہدے میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ مجبوراً چند ایسی پابندیوں کو اصل معاہدے سے الگ ایک مستقل پروٹوکول کی شکل میں جمع کیا گیا۔ جس کے بعد ریاستوں کو اختیار حاصل رہا کہ وہ چاہے تو اصل معاہدہ اور پروٹوکول دونوں کی توثیق کریں یا صرف اصل معاہدے کی ہی توثیق کریں، اور حالتِ قبضہ کے دوران ثقافتی ورثے کے متعلق پابندیوں سے بچنے کے لیے پروٹوکول کی توثیق نہ کریں۔

اس پروٹوکول کے مطابق اگر مقبوضہ علاقوں کے ثقافتی ورثے کو قابض طاقتیں اپنی تحویل میں لے چکی ہوں تو انھیں مقبوضہ علاقے کی مالکوں کو جنگ بند ہونے کے فوراً بعد واپس کرنا ہوگا۔[28] سنہ ۱۹۹۹ء میں وجود میں آنے والے دوسری اضافی پروٹوکول نے قابض طاقت کو اس بات کا پابند بنایا گیا ہے، خواہ اس کے قبضے میں پوری ریاست ہو یا کسی ریاست کو کوئی حصہ ہو، کہ وہ مقبوضے علاقے کی کسی بھی ثقافتی املاک کو کہیں اور منتقل نہ کریں؛ غیر قانونی طور پر ان املاک کو برآمد نہ کریں؛[29] ثقافتی املاک میں کوئی تبدیلی، یا اس کے استعمال میں کوئی ایسی تبدیلی نہ کریں جس کا مقصد ثقافتی، تاریخی یا سائنسی شواہد کو چھپانا یا تباہ کرنا ہو؛[30] کسی بھی آثار قدیمہ کی کھدائی نہ کریں، الا یہ کہ ایسا ثقافتی املاک یا محفوظ شدہ دستاویزات کی حفاظت کے لیے ضروری ہو؛[31] اور مقبوضہ علاقے میں ثقافتی املاک کی کسی بھی آثار قدیمہ کی کھدائی، اس میں یا اس کے استعمال میں تبدیلی مقبوضہ علاقے کے مجاز حکام کے ساتھ رابطے اور تعاون کے ساتھ انجام دیا جائے گا۔[32]

۳۔۴: ثقافتی ورثے کے تحفظ کے لیے نظام

مسلح تصادم کے دوران بین الاقوامی قوانین کی رو سے تحفظ حاصل ہے۔ اس تحفظ کی تین تہہ ہیں:

(General protection عام نظامِ تحفظ)

(Special Protection خصوصی نظامِ تحفظ)

(Enhanced Protection اعلیٰ نظامِ تحفظ[33]).

پہلی دو قسم کا تحفظ معاہدہ ہیگ ۱۹۵۴ء میں دیا گیا ہے۔ جب کہ تیسری قسم کے تحفظ کا نظام معاہدہ ہیگ کے دوسرے پروٹوکول ۱۹۹۹ء میں دیا گیا ہے۔ ذیل میں ان تینوں قسم کے نظامِ تحفظ کی تفصیل دی جارہی ہے۔

(أ) عام نظامِ تحفظ General Protection

عام نظامِ تحفظ کی بنیاد ثقافتی ورثے کی ماہیت اور حقیقت پر مبنی ہے کہ ثقافتی ورثے کو جنگی ضرورت یا مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا، اس لیے کسی بھی فریق کو اجازت نہیں کہ وہ انھیں نشانہ بنائے۔[34] معاہدہ ہیگ ۱۹۵۴ء کے مطابق ثقافتی ورثے کی مالک ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ممکنہ تمام خطرات سے اپنے مملوکہ ثقافتی ورثے کے تحفظ کے لیے اقدامات کرے۔[35] نیز کوئی بھی ریاست ان املاک کو

حالتِ جنگ کے دوران کسی ایسے مقصد کے لیے استعمال نہ کرے جس سے ان املاک کو نقصان پہنچنے کے خطرات بڑھ جائے؛ نہ دورانِ جنگ ایک دوسرے کے ثقافتی املاک کو نشانہ بنائے؛ نیز تمام ریاستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ثقافتی املاک کی چوری، لوٹ مار، توڑ پھوڑ یا کوئی بھی نقصان پہنچانے کو ممنوع قرار دے، اور ایسے افراد کا راستہ روکنے کے لیے قانون موجود ہو؛ تمام ریاستوں کو ایک دوسرے کے ثقافتی املاک اپنی تحویل میں لینے کے ساتھ ساتھ انتقامی کارروائی میں نشانہ بنانا بھی ممنوع ہے۔[36] مختصراً اس قسم کے نظام کے تحت ثقافتی املاک کو جنگی مقاصد کے لیے استعمال، جنگ کے دوران انھیں نشانہ بنانا؛ اور انتقامی کارروائی کے دوران انھیں تباہ کرنا ممنوع ہیں۔

(ب) خصوصی نظامِ تحفظ Special Protection

عام نظامِ تحفظ کے ساتھ ساتھ معاہدہ ہیگ ۱۹۵۴ء میں ایک دوسرا نظامِ تحفظ بھی دیا گیا ہے جس کو خصوصی نظامِ تحفظ Special Protection کہا جاتا ہے۔ یہ نظام پہلے عام نظام کے برعکس کچھ زیادہ پرزور طریقے سے ثقافتی ورثے کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ جس ریاست کے کچھ ثقافتی املاک کو اگر خصوصی نظامِ تحفظ کی حیثیت دی جائے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ معاہدے کی تمام فریق اس بات کو اپنے اوپر لازم کر چکے ہیں کہ ان املاک کو حالتِ جنگ کے دوران تمام جنگی کارروائیوں سے استثناء حاصل ہوگی، معاہدے کی کوئی بھی فریق ریاست دورانِ جنگ ان املاک یا ان کے ارد گرد مقامات، جنھیں نقصان پہنچنے کی صورت میں ان املاک کو بھی نقصان پہنچنے کے خطرات بڑھتے ہوں، کو نشانہ بالکل بھی نہیں بنائے گی۔[37] الا یہ کہ حالتِ جنگ کے دوران ان املاک یا جہاں یہ املاک رکھی گئی ہوں ان مقامات کی نوعیت یوں بن جائے کہ ان پر حملے سے گریز کی صورت میں بڑے جنگی نقصان کا خدشہ ہو، تو اس جنگی ضرورت کی صورت میں ان املاک کو پھر نشانہ بنایا جاسکتا ہے۔[38]

خصوصی تحفظ کی فراہمی بنیادی طور پر دو شرائط کے ساتھ مشروط ہے: ایک یہ کہ زیر غور ثقافتی املاک کو کسی بھی بڑے صنعتی مرکز یا کسی بھی اہم فوجی مقصد سے مناسب فاصلے پر واقع ہونا چاہیے جہاں حالتِ جنگ میں انھیں کوئی خطرہ لاحق نہ ہو؛ اور دوسرا یہ کہ ایسے املاک کو فوجی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا ہو۔[39] خصوصی تحفظ محدود تعداد میں بہت ہی اہمیت کی حامل ثقافتی املاک، یا جن مراکز میں جنگی اثرات سے بچانے کے لیے محفوظ رکھا گیا ہو وہ مراکز، اور غیر معمولی اہمیت کی حامل تاریخی یادگاروں کو دیا جاتا ہے۔[40] جو ریاستیں اپنے مملوکہ ثقافتی املاک، جنھیں خصوصی تحفظ حاصل ہو، خود اس کی خلاف ورزی کرے تو فریق مخالف پر تب تک خصوصی نظام کی پاسداری لازم نہیں رہے گی، جب تک وہ ریاست خود اس خلاف ورزی کا ارتکاب کرتی رہی ہو۔[41] اس نظام کے تحت رجسٹرڈ املاک یا ان کے مراکز و مقامات پر وہ مخصوص نشان متعین طریقے سے لگایا جائے گا۔ خصوصی تحفظ صرف ان املاک کو دیا جاتا ہے جن کا اندراج ایک مخصوص طریقہ کار کے مطابق یونیسکو کے یہاں

'International Register of Cultural Property under Special Protection'

میں مکمل ہو جاتا ہے۔[42]

(ت) اعلیٰ نظامِ تحفظ Enhanced Protection

تحفظ کا یہ اعلیٰ نظام معاہدہ ہیگ کے دوسرے پروٹوکول ۱۹۹۹ء میں دیا گیا ہے[43]. تحفظ کی یہ قسم کسی ریاست کی درخواست، دیگر ریاستوں، انٹرنیشنل کمیٹی آف دی بلیو شیلڈ یا بین الاقوامی تنظیموں کی تجویز پر یونیسکو کے زیر نگرانی ایک کمیٹی دیتی ہے۔[44] اس کمیٹی نے ایک مخصوص لسٹ تیار کر رکھی ہے جس میں ان تمام ثقافتی املاک کی تفصیلات کا اندراج ہوتا ہے جنھیں تحفظ کی سب اعلیٰ قسم دی جاتی ہو۔[45]

کسی بھی ثقافتی ورثے کو تحفظ کی یہ اعلیٰ قسم حاصل ہونے کے لیے تین شرائط پوری ہونا لازم ہے:

- وہ ثقافتی ورثہ انسانیت کے لیے نہایت اہمیت کا حامل ہو؛
- اس ورثے کی غیر معمولی ثقافتی اور تاریخی قدر کو تسلیم کرتے ہوئے اور اعلیٰ ترین سطح کے تحفظ کو یقینی بناتے ہوئے مناسب ملکی سطح پر بھی قانونی اور انتظامی اقدامات کے ذریعے تحفظ حاصل ہو؛ اور
- یہ ثقافتی املاک کسی فوجی مقاصد کے لیے استعمال نہ ہوں، نہ کسی فوجی مقامات کو تحفظ دینے کے لیے زیرِ استعمال ہوں، ان امور کی یقین دہانی اس فریق کی جانب سے بھی رسمی طور پر دی گئی ہو کہ وہ خود بھی ثقافتی املاک کو ان مقاصد کے لیے استعمال نہیں کریں گے۔[46]

جہاں یہ ثقافتی املاک رکھی گئی ہوں وہ ریاستیں خود بھی حالتِ جنگ کے دوران انھیں کسی بھی صورت استعمال نہ کریں؛ نیز فریق مخالف بھی انھیں کسی صورت میں نشانہ نہیں بنائیں گے۔[47] ثقافتی املاک تحفظ کا یہ اعلی نظام چند بہت ہی محدود صورتوں میں کھو جاتے ہیں، نیز ان کے لیے بھی شرائط عائد کی جاتی ہیں۔ تحفظ کا یہ اعلیٰ نظام اس صورت میں ختم ہو گا اگر اس طرح کے تحفظ میں رکھے گئے ثقافتی املاک کے لیے یہ مخصوص نظامِ تحفظ کو درخواست کنندہ ریاست کی جانب سے ہی واپس لیا جائے، یا کمیٹی کی جانب سے معطل کر دیا جائے۔[48] اس طرح کا تحفظ ختم ہونے کے بعد ثقافتی املاک کو تب ہی نشانہ بنایا جا سکتا ہے جب انتہائی جنگی ضرورت کا سامنا ہو جس کی تکمیل کا واحد راستہ ثقافتی املاک کو نقصان پہنچائے بغیر ممکن نہ ہو۔ نیز اس دوران بھی تمام تر احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں گی اور ثقافتی املاک کے نقصان کو کم سے کم تر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔[49]

۴۔ ثقافتی ورثے کا تحفظ: اسلامی قوانین کا جائزہ

کسی ورثے کی ثقافتی اور تاریخی حوالوں سے اہمیت ہر گزرتے کے ساتھ ساتھ بڑھتی ہوتی چلی جاتی ہے۔ ایسے ورثے کا ایک بڑا حصہ سائنسی تخلیقات کی شکل میں موجود ہے جو ظاہر ہے صنعتی انقلاب کے بعد کی پیداوار ہے۔ مخطوطات کو اگر دیکھا جائے تو جتنا ماضی کی طرف ہمارا سفر بڑھتا جائے گا اتنا نادر مخطوطات کا ذخیرہ کم ہوتا جائے گا۔ اسلام کا سورج جس دور میں طلوع ہوا اس دور میں ثقافتی ورثہ آج کے دور کی بہ نسبت کافی محدود تھا۔ البتہ گزرتے وقت اور دیگر اقوام کے ساتھ تعامل و تعلقات پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ ثقافتی ورثے میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس پس منظر میں اسلام کے بالکل ابتدائی دور اور کتاب و سنت کی نصوص میں ثقافتی ورثے سے براہِ راست متعلق اس مقدار میں حصہ نہیں ملتا۔ تاہم خلفائے راشدین اور ان کے کور کے بعد متعدد مواقع ایسے آئے ہیں جن سے ثقافتی ورثے سے متعلق اسلامی قوانین کے سلوک کا رخ مکمل وضاحت کے ساتھ سامنے آتا ہے۔

ذیل میں چند ایسی نظائر اور متعلقہ نصوص کی روشنی میں چند گزارشات پیش خدمت ہیں۔

۴۔۱: جنگ کے دوران مادی املاک (Tangible Properties) کا تحفظ

دشمنوں کے املاک کے بارے میں اصول یہ ہے کہ اسلامی قانون جنگ کے دوران غیر مقاتلین (مثلاً: عورتوں، بچوں، بوڑھوں، مزدوروں اور مریضوں) کو نشانہ بنانے کی سختی سے ممانعت کرتا ہے۔ اس اصول سے یہ اصول اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جن املاک کا جنگی مقصد سے تعلق نہیں ہوتا، انھیں بھی نشانہ نہیں بنایا جائے گا؛ کیوں کہ جب دشمنوں کے ان افراد، جن سے ممکنہ طور پر مسلمانوں کو نقصان پہنچ سکتا ہے، کو جنگی سرگرمی میں عملاً ملوث نہ ہونے پر نشانہ نہیں بنایا جاسکتا تو ان پر قیاس کرتے ہوئے مقامات اور اشیاء بھی، جنھیں جنگی مقاصد کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا، بھی نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔ بلکہ اس عمل کو کتاب و سنت کی نصوص اور فقہی مباحث میں 'فساد' سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے متعدد بار منع کیا گیا ہے۔ قرآنِ کریم میں لفظ فساد متعدد بار استعمال کیا گیا ہے، اور اس کو مذموم فعل قرار دیا گیا ہے، بلکہ بعض مقامات پر ان جرائم کے لیے بھی یہ لفظ مستعمل ہے جن کے لیے قرآنِ کریم نے سزا مقرر کی ہے۔ فساد کا مادہ "ف س د" ہے، جو صلاح کا ضد ہے جس کے معانی نقص، خلل اور خرابی کے ہیں۔ یہ لفظ مختلف علوم وفنون اور پسِ منظر میں مستعمل ہے اور ایک پر منظر میں علیحدہ اصطلاح کی صورت میں مختلف مفہوم اختیار کرتا ہے۔

قرآنِ کریم میں بھی جن مختلف تناظرات میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے، ان کے پیشِ نظر مفسرین اور اہلِ لغت نے ان کے مختلف معانی لکھے ہیں: مثلاً امام راغب اصفہانیؒ نے لکھا ہے کہ: الفساد خروج الشيء عن الاعتدال قليلا كان الخروج عليه أو كثيرا، ويستعمل ذلك في النّفس، والبدن، والأشياء الخارجة عن الاستقامة. (یعنی کسی چیز کا حدِ اعتدال سے نکل جانا، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ؛ 'فساد' کہلاتا ہے۔ اس کا اطلاق روح، جسم اور دیگر اشیاء، جو حدِ اعتدال سے نکل جائیں، پر بھی ہوتا ہے۔)۔[50] امام مناویؒ نے لکھتے ہیں کہ: "الفساد: هو انتقاض صورة الشيء" (کسی چیز کی صورت کو توڑ دینا یا ختم کر دینا 'فساد' کہلاتا ہے۔)[51]

قرآنِ کریم میں مختلف مفاہیم میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے جنھیں دو بڑے دائروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے دائرے میں وہ مفاہیم شامل ہیں جن میں لفظ 'فساد' ان کاموں کے لیے استعمال کیا گیا ہے جن کے ارتکاب سے کائنات کے نظم ونسق میں خلل پیدا ہو۔ دوسرے دائرے میں وہ مفاہیم شامل ہیں جن میں لفظ 'فساد' دینِ اسلام کی تعلیمات اور راہِ ہدایت سے انحراف کا سبب بننے والے کاموں کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔[52]

اس پس منظر میں دیکھا جائے تو ثقافتی املاک، اگر شعائرِ دین متصادم نہ ہو تو، انھیں دورانِ جنگ نشانہ بنانے سے گریز کرنا چاہیے۔ یہ

صورتِ دیگر اس پر 'فساد' کا اطلاق درست ہو گا؛ کیوں کہ ایک تو یہ کائنات کے نظم و نسق میں خلل ڈالنے کے مترادف ہو گا جس سے منع کیا گیا ہے۔ دوسرا یہ طاقت کے غیر ضروری استعمال کے حکم میں آئے گا، جس سے احتراز کی تلقین کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے:

"عن مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ، عن رَسُولِ اللَّهِ - صلى الله عليه وسلم - أَنَّهُ قَالَ: "الْغَزْوُ غَزْوَانِ: فَأَمَّا مَنِ ابْتَغَى وَجْهَ اللَّهِ، وَأَطَاعَ الإِمَامَ، وَأَنْفَقَ الكَرِيمَةَ، وَيَاسَرَ الشَّرِيكَ، وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ، فَإِنَّ نَوْمَهُ وَنَبْهَهُ أَجْرٌ كُلُّهُ، وَأَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَسُمْعَةً، وَعَصَى الإِمَامَ، وَأَفْسَدَ فِي الأَرْضِ، فَإِنَّهُ لَمْ يَرْجِعْ بِالْكَفَافِ."[53]

(معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جہاد دو طرح کے ہیں: رہا وہ شخص جس نے اللہ کی رضا مندی چاہی، امام کی اطاعت کی، اچھے سے اچھا مال خرچ کیا، ساتھی کے ساتھ نرمی اور محبت کی، اور فساد سے دور رہا تو اس کا سونا اور اس کا جاگنا سب باعث اجر ہے، اور جس نے اپنی بڑائی کے اظہار، دکھاوے اور شہرت طلبی کے لیے جہاد کیا، امام کی نافرمانی کی، اور زمین میں فساد مچایا تو (اسے ثواب کیا ملنا) وہ تو برابر برابر بھی نہیں لوٹا۔)

بیشتر شارحینِ حدیث نے الفاظ "فساد سے دور رہا" کا مفہوم، دشمنوں کو قتل کرتے ہوئے، زد و کوب کرتے ہوئے، ان کے مال و جائداد کو نقصان پہنچاتے ہوئے خلافِ شریعت امور سے احتراز بتایا ہے۔[54] اس کو معاصر تعبیر میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ دشمن کے افراد اور مقامات کو جنگی مقاصد کے علاوہ غیر ضروری نقصان پہنچانے سے احتراز کرنا۔ ماقبل سطور میں ہم نے اس کی طرف اشارہ ان الفاظ سے کیا ہے 'ثقافتی املاک، اگر شعائرِ دین متصادم نہ ہو تو، انھیں دورانِ جنگ نشانہ بنانے سے گریز کرنا چاہئے۔' ثقافتی املاک اگر خلافِ شریعت ہوں اور اسلام و مسلمانوں کی تہذیبی و ثقافتی شناخت کے لیے چیلنج ہو تو اس کی نوعیت تبدیل ہو جاتی ہے اور ایسے ثقافتی املاک کو معاصر اصطلاح میں جنگی ضرورت کے پیشِ نظر نشانہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس سے ہرگز یہ مفہوم نہ لیا جائے کہ غیر مسلموں کی ہر وہ رسم و رواج اور عرف و تقالید، جنھیں غیر مادی ثقافتی املاک سمجھا جاتا ہے، جو اسلامی شریعت کی رو سے ممنوع ہیں غیر مسلموں کو ان کی اجازت نہ دینا مسلمانوں کا دینی فریضہ اور جہاد کا حصہ ہے؛ کیوں کہ شراب کے پینے پر شریعت نے حد سزا مقرر کی ہے مگر پھر بھی غیر مسلموں کو اجازت حاصل ہوتی ہے، بلکہ اگر شراب کسی غیر مسلم کی ملکیت ہو اور مسلمان بلا اجازت اسے تلف کر دے تو مسلمان پر لازم ہے کہ غیر مسلم مالک کو اس کا تاوان ادا کر دے۔ مزید تفصیل اگلی سطور میں آ رہی ہے۔

۴۔۱۔۱: اہرامِ مصر

ثقافتی املاک کو دورانِ جنگ نقصان نہ پہنچانے کے لیے ایک اہم استدلال بجا طور پر فتحِ مصر کے واقعہ سے بھی کیا جاتا ہے۔ مصر سیدنا عمر فاروقؓ کے دور میں سیدنا عمرو بن العاصؓ کی سربراہی میں مسلم افواج کے ہاتھوں ۶۳۹ء سے لے کر ۶۴۲ء تک کے عرصے میں فتح ہوا۔ اہرامِ مصر گزشتہ بادشاہوں کی باقیات تھے مگر مصر فتح ہونے کے بعد انھیں نہیں گرایا گیا، بلکہ تب سے لے کر آج تک جوں کا توں رہنے دیا گیا۔ مارچ ۲۰۰۱ء میں طالبان نے بامیان میں واقع دنیا کے سب سے بلند ترین گوتم بدھ کے مجسموں کو بارود سے اڑایا تھا جس پر دنیا بھر سے سخت ردِ عمل اور تنقید کا سامنا کیا گیا، بلکہ مسلمان اہلِ علم نے بھی اس پر طالبان کو ہدفِ تنقید بنایا۔ علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاویؒ نے اس پر تنقید کرتے ہوئے کہا اہرامِ مصر کو برقرار رہنے کے واقعے سے ہی استدلال کیا تھا۔ نیز کہا تھا کہ جس طرح اہرامِ مصر کو گزشتہ بادشاہوں کی نشانیوں کے طور پر رہنے دیا گیا تاکہ لوگ ان سے عبرت پکڑیں، اسی طرح بامیان میں بھی بدھا کے مجسموں کے رہنے دینا چاہئے تھا۔ بعد میں جب طالبان کا وفد اس سلسلے میں علامہ قرضاوی کے پاس ملاقات کے لیے پہنچا تو اس مسئلے کے سیاسی پہلوؤں سمیت، فقہی و قانونی پہلوؤں پر بھی گفتگو ہوئی تھی۔ دورانِ گفتگو علامہ یوسف القرضاوی نے انھیں سمجھایا کہ صحابی بھی آپ کے ملک پہنچے تھے، انہوں نے بھی بدھا کے مجسموں کو نہیں گرایا تھا۔ طالبان نے جب سیدنا علیؓ کی اس حدیث سے استدلال کیا جس میں سیدنا علیؓ نے ایک

شخص کو یہ ہدایات دے کر بھیجا تھا کہ مجھے بھی رسول اللہ ﷺ نے یہی ہدایات دی تھی کہ کسی اونچی قبر کو برابر کئے بغیر نہ چھوڑوں، اور کسی مجسمے کو ڈھائے بغیر نہ رہوں۔[55] تو اس پر علامہ قرضاوی نے پوچھا کہ افغانستان میں مشائخ کی قبروں اور وہاں تعمیر شدہ بلند وبالا تعمیرات کو کیوں رہنے دیا گیا ہے؟ اس پر وفد نے کہا عوام کے رد عمل کے خوف کی وجہ سے نہیں گرایا جا سکا ہے۔ اس پر علامہ قرضاوی نے کہا اپنے عوام کے رد عمل کے خوف کا خیال تھا تو بدھا کے مجسموں کو گراتے وقت دنیا بھر کے لوگوں کی طرف سے رد عمل کے خوف کا بھی سوچنا چاہئے تھا۔[56]

علامہ قرضاوی نے انھیں سمجھاتے ہوئے کہا کہ مجسموں کو تب گرایا جانا چاہئے جب ان کی عبادت کی جاتی ہو۔ ظاہر ہے اس صورت میں ان مجسموں کی حیثیت محض ثقافتی املاک کی نہیں رہتی بلکہ ایمان اور اسلام کے نظریہ توحید اور بنیادی تعلیمات کے لیے ایک چیلنج بن جاتی ہیں جو اسلامی قانون کی رو سے وجہ جہاد ہے۔ گویا اس صورت میں یہ تعمیرات جنگی مقاصد کے لیے استعمال کی جاتی ہیں جنھیں گرانا جنگی ضرورت ہونے کے پیش نظر لازم ہو جاتا ہے۔ علامہ قرضاوی کا سیدنا عمر کے دور میں فتح مصر اور اہرامِ مصر کو نہ گرانے اور افغانستان میں صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد صدیوں پر محیط اس عرصے میں سیکڑوں ہزاروں مشائخ کے ادوار میں بھی بدھا کے مجسموں کو نہ گرانے کے واقعات سے استدلال بڑا برمحل ہے۔[57]

۴۔۱۔۲: عبادت گاہوں کا تحفظ

عبادت کا تصور کسی بھی تہذیب وثقافت کی شناخت میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ محض تصور سے لے کر عملی طور پر اس کی ادائیگی تک جزوی تفصیلات کی تشکیل اس تہذیب وثقافت کی فکری بنیادیں اور اس کے تصورِ حیات کو واضح کر کے رکھ دیتی ہیں۔ سابقہ شرائع سے لے کر اسلامی شریعت تک میں عبادات کی ادائیگی کے لیے الگ مخصوص مقامات کا اہتمام بھی کیا جاتا رہا ہے جن کے لیے مختلف ملتوں اور ادیان میں مختلف اصطلاحات اور نام بھی متعین ہیں۔ دورانِ جنگ جدید بین الاقوامی قوانین کے ساتھ ساتھ اسلامی قوانینِ جنگ میں بھی ان مقامات کے لیے، اگر جنگی مقاصد کے لیے استعمال نہ ہوں، تحفظ کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اسلامی قانونی ذخیرے میں جو استدلالات اور اصول وضوابط عبادت گاہوں کے تحفظ سے متعلق ہیں ان کے دائرے میں ثقافتی املاک کے تحفظ کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے۔

عبادت گاہوں کے بارے میں قرآنِ کریم میں کئی جگہوں پر ذکر آیا ہے:

﴿وَلَوْلَا دَفْعُ ٱللَّهِ ٱلنَّاسَ بَعْضَهُم بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَٰمِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَٰتٌ وَمَسَٰجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا ٱسْمُ ٱللَّهِ كَثِيرًا ﴿٤٠﴾﴾[58]

ترجمہ: اور اگر اللہ ایک گروہ (کے شر) کو دوسروں کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی جاتیں۔

﴿فِى بُيُوتٍ أَذِنَ ٱللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ يُسَبِّحُ لَهُۥ فِيهَا بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْءَاصَالِ ﴿٣٦﴾﴾[59]

ترجمہ: جن گھروں کے بارے میں اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو بلند مقام دیا جائے، اور ان میں اس کا نام لے کر ذکر کیا جائے، ان میں صبح وشام وہ لوگ اس کی تسبیح کرتے ہیں۔

﴿وَأَنَّ ٱلْمَسَٰجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا۟ مَعَ ٱللَّهِ أَحَدًا ﴿١٨﴾﴾[60]

ترجمہ: سجدے تو تمام تر اللہ کا حق ہیں، اس لیے اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت مت کرو۔

احادیث میں بھی غیر مسلموں کی عبادت گاہوں سے متعلق ذکر آیا ہے۔ مثلاً: صحیح بخاری کی روایت ہے:

عَنْ جَرِيرٍ، قَالَ كَانَ بَيْتٌ فِي الْجَاهِلِيَّةِ يُقَالُ لَهُ ذُو الْخَلَصَةِ وَالْكَعْبَةُ الْيَمَانِيَةُ وَالْكَعْبَةُ الشَّأْمِيَّةُ، فَقَالَ لِي النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم "أَلاَ تُرِيحُنِي مِنْ ذِي الْخَلَصَةِ ". فَنَفَرْتُ فِي مِائَةٍ وَخَمْسِينَ رَاكِبًا، فَكَسَرْنَاهُ وَقَتَلْنَا مَنْ وَجَدْنَا عِنْدَهُ، فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم فَأَخْبَرْتُهُ، فَدَعَا لَنَا وَلأَحْمَسَ.[61]

ترجمہ: ”حضرت جریرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک گھر تھا جو ذوالخلصہ، کعبہ یمانیہ اور کعبہ شا کے ناموں سے معروف تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے مجھے فرمایا: کیا تم مجھے ذوالخلصہ سے آرام نہیں پہنچا سکتے؟ میں (نے حامی بھرتے ہوئے) ایک سو پچاس سوار لے کر نکلا۔ ہم نے اس گھر کو منہدم دیا اور اس کے مجاوروں کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچا اور واقعہ کی تفصیلات عرض کر دی تو آپؐ نے (خوش ہو کر) ہمارے اور قبیلہ احمس کے حق میں دعا فرمائی۔“

مصنف عبد الرزاق میں ہے:

عَنْ عِكْرِمَةَ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ: هَلْ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَتَخِذُوا الْكَنَائِسَ فِي أَرْضِ الْعَرَبِ؟ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: «أَمَّا مَا مَصَّرَ الْمُسْلِمُونَ فَلَا تُرْفَعُ فِيهِ كَنِيسَةٌ، وَلَا بِيعَةٌ، وَلَا بَيْتُ نَارٍ، وَلَا صَلِيبٌ، وَلَا يُنْفَخُ فِيهِ بَوْقٌ، وَلَا يُضْرَبُ فِيهِ نَاقُوسٌ، وَلَا يُدْخَلُ فِيهِ خَمْرٌ، وَلَا خِنْزِيرٌ، وَمَا كَانَ مِنْ أَرْضٍ صُولِحَتْ صُلْحًا، فَعَلَى الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَفُوا لَهُمْ بِصُلْحِهِمْ.[62]

ترجمہ: عبد اللہ بن عباس کے آزاد کردہ غلام عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے دریافت کیا گیا: کیا مشرکین کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ عرب کی سرزمین پر اپنے عبادت خانے بنائیں؟ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ نے فرمایا: جو شہر مسلمانوں نے بسائے ہوں، اُن میں کوئی عبادت خانہ یا گرجا گھر یا آگ کا عبادت خانہ یا صلیب نہیں بنائے جاسکتے۔ وہاں بوق نہیں بجایا جاسکتا، وہاں ناقوس نہیں بجایا جاسکتا۔ ان میں شراب یا خنزیر کو نہیں لایا جاسکتا۔ البتہ اگر کوئی علاقہ مسلمانوں کی حکومت میں غیر مسلموں سے مصالحت کر کے شامل کیا گیا ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ جن شرائط پر انہوں نے غیر مسلموں سے صلح کی ہے ان شرائط کی پاسداری کریں۔

اسی مضمون کی اور بھی ایسی روایات ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے اسلامی قلمرو میں غیر مسلموں کو نئی عبادت خانے تعمیر کرنے کی اجازت نہیں دی جاتی تھی۔ ہاں، غیر مسلموں کے وہ علاقے جو مسلمانوں نے عنوۃ فتح نہ کیے ہوں بلکہ کسی معاہدے کے نتیجے میں اسلامی حکومت میں شامل ہو چکے ہوں تو اور وہاں پہلے سے کچھ عبادت خانے قائم ہوں تو انھیں ڈھایا نہیں جائے گا۔ مسلمانوں پر معاہدے کی شرائط کی پابندی لازم ہو گی۔ یہی موقف حنفی مذہب کا بھی ہے۔ کچھ دیگر ضروری پہلوؤں کا بھی احاطہ کرتے ہوئے علامہ ابو بکر جصاص لکھتے ہیں:

فِي الْآيَةِ دَلِيلٌ عَلَى أَنَّ هَذِهِ الْمَوَاضِعَ الْمَذْكُورَةَ لَا يَجُوزُ أَنْ تُهْدَمَ عَلَى مَنْ كَانَ لَهُ ذِمَّةٌ أَوْ عَهْدٌ مِنْ الْكُفَّارِ وَأَمَّا فِي دَارِ الْحَرْبِ فَجَائِزٌ لَهُمْ أَنْ يَهْدِمُوهَا كَمَا يَهْدِمُونَ سَائِرَ دُورِهِمْ وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ فِي أَرْضِ الصُّلْحِ إذَا صَارَتْ مِصْرًا لِلْمُسْلِمِينَ لَمْ يُهْدَمْ مَا كَانَ فِيهَا مِنْ بِيعَةٍ أَوْ كَنِيسَةٍ أَوْ بَيْتِ نَارٍ وَأَمَّا مَا فُتِحَ عَنْوَةً وَأُقِرَّ أَهْلُهَا عَلَيْهَا بِالْجِزْيَةِ فَإِنَّهُ مَا صَارَ مِنْهَا مِصْرًا لِلْمُسْلِمِينَ فَإِنَّهُمْ يُمْنَعُونَ من فيها الصَّلَاةِ فِي بِيَعِهِمْ وَكَنَائِسِهِمْ وَلَا تُهْدَمُ عَلَيْهِمْ وَيُؤْمَرُونَ بِأَنْ يَجْعَلُوهَا إنْ شَاءُوا بُيُوتًا مَسْكُونَةً.[63]

ترجمہ: یہ آیت (القرآن ۲۲: ۴۰) دلیل ہے اس بات کی کہ آیت میں مذکورہ مقامات کو عقدِ ذمہ یا کفار کے ساتھ کسی اور معاہدے کی وقت گرانا جائز نہیں۔ البتہ دار الحرب میں ان مقامات کو منہدم کیا جاسکتا ہے، جس طرح دیگر مکانات اور مقامات کو نشانہ بنانا درست ہے۔ امام محمد بن الحسن شیبانی فرماتے ہیں کہ صلح کے وقت اگر غیر مسلموں کا کوئی علاقہ مسلمانوں کا شہر بن جائے تو وہاں موجود کنیسہ جات، یا آتش پرستوں کی عبادت گاہوں کو منہدم نہیں جائے گا۔ جو علاقے عنوۃ فتح ہو اور وہاں کے غیر مسلموں کے ساتھ جزیہ مقرر کر کے معاہدہ طے پایا جائے۔ ایسے علاقوں میں جن علاقوں میں مسلمان اکثریت میں بسنے کے بعد مسلمانوں کے شہر بن جائے وہاں کی کنیسہ جات اور دیگر عبادت خانوں میں عبادت کو جاری رکھنے نہ دیا جائے، بلکہ غیر مسلموں کو بتایا جائے کہ ان عبادت گاہوں کو رہائشی مکانات کے طور پر اختیار کریں۔

۴۔۲: جنگ کے دوران غیر مادی املاک (Intangible Properties) کا تحفظ

اسلام دیگر ادیان اور ملتوں کے مقابلے میں اپنی ایک الگ تہذیبی و ثقافتی شناخت رکھتا ہے۔ اس مقصد کے لیے مادی امور کے ساتھ غیر مادی امور پر بھی برابر زور دیتا ہے۔ علم کی دنیا میں اسلام کے متعارف کردہ علوم کی صورت میں اسلام کے اسہامات کی ایک بھرپور تاریخ رکھتا ہے۔ مثلاً قرآن کی تعلیم کے لیے علوم القرآن، اور نبی اکرم ﷺ کی احادیث وسنت کے تحفظ کے لیے درجنوں دیگر علوم کی تاسیس اور انصاف کے نظام کے لیے فقہ واصول فقہ کے علوم کا ایک وسیع جہان اسلامی روایت نے آباد کر رکھا ہے۔ ظاہر ہے اس سب تگ ودو کے پیچھے مسلم روایت اور دین اسلام کے تہذیبی وثقافتی شناخت کا تحفظ اور پروان چڑھانا ہے۔

اسلام کے ابتدائی ادوار میں بھی کچھ نظائر ایسی ملتی ہیں جن سے بجا طور پر یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ دورانِ جنگ اگر مخالفین کی تہذیبی وثقافتی شناخت کے یہ غیر مادی امور اسلام کے تصورِ حیات اور بنیادی فکر کے وجود کے لیے چیلنج نہ ہو تو انھیں صفحہ ہستی سے مٹا دینا اسلام کا مطالبہ نہیں۔ بلکہ بعض واقعات سے تو یہ تاثر بھی ملتا ہے کہ اسلام ایسی غیر مادی ثقافتی امور کے تبادلے کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے جو بادی النظر میں تو دیگر ملتوں اور ادیان کی تہذیبوں اور ثقافتوں کے اجزاء ہوں اور انھیں اسلامی ثقافت کے تحفظ اور پروان چڑھانے کے لیے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً زید بن ثابتؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ کے لیے یہود کی کچھ تحریر سیکھ لوں۔ چنانچہ ابھی آدھا مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میں نے اسے سیکھ لیا۔ پھر میں رسول اللہ ﷺ کے لیے سریانی زبان میں خط وکتابت کیا کرتا تھا۔[64] زید بن ثابتؓ کو سریانی زبان سیکھنے کی نبوی ہدایت اگرچہ یہود کی جانب سے ترجمے میں دسیسہ کاری اور غلط بیانی کا سدِّباب کرنے کے لیے ہی کی گئی تھی، مگر زبان جو ایک ملت اور دین کی تہذیب وثقافت کے لیے اساس ہوتی ہے اگر اس کا سیکھنا بذاتِ خود ایک ممنوع عمل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ غلط بیانی کے سدِّباب کرنے کے لیے کیسے ایک ممنوع امر کا حکم فرماتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر ملتوں اور ادیان کی زبان کی تعلیم وتعلم اسی ملت کی ثقافت کی ترویج اور نشرواشاعت کے ہم معنی نہیں بلکہ ایک مباح، اور بعض اوقات دعوتی مقاصد کے لیے مستحسن، عمل بن جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی سنتوں سے بعض یہ امور بھی معلوم ہوتے ہیں جو دورِ جاہلیت میں بھی راءج رہے ہیں اور اسلام نے بھی انھیں برقرار رکھا۔ انھیں صرف اس وجہ سے رد نہیں کیا کہ غیر اسلامی ملتوں کے آثار ہیں۔ مثلاً

- حلف الفضول زمانہ قبل از نبوت میں ہونے والا ایک معاہدہ تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے بھی شرکت فرمائی تھی۔ اس معاہدے میں یہ طے پایا تھا کہ تمام شرکاء اور اس کے قبائل کسی بھی مظلوم کا ساتھ دیں گے ظالم خواہ کوئی بھی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے بعد از نبوت دور میں اس معاہدے پر یوں تبصرہ فرمایا کہ "مجھے دار عبد اللہ بن جدعان میں ایک ایسے معاہدے میں شرکت کا موقع ملا تھا کہ اگر اسلام آنے کے بعد بھی کسی ایسے معاہدے کے لیے مجھے دعوت دی جائے تو میں پھر بھی شکرت کروں گا۔"[65]
- ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں زمانہ کفر کی ہونے عہد وپیمان اور قسم معتبر نہیں، ہاں وہ عہد وپیمان اور قسم جو بھلے کاموں، حق کے لیے باہمی تعاون کے لیے کیے گئے ہوں تو اسلام اسے مضبوطی بخشتا ہے۔[66]
- عاشوراء کا روزہ رکھنے کا اہتمام قریش بھی کرتے تھے، رسول للہ ﷺ نے بھی عاشوراء کا روزاہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ بعد میں جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو عاشوراء کے روزے کی فرضیت ختم ہوگئی۔[67] یہ پہلو واضح ہے کہ عاشواء کے دن

کے ساتھ نظریہ توحید اور اسلام کے مسلمہ کئی دیگر امور و فضائل متعلق ہیں، لیکن اس سے غیر ملتوں کی ثقافتوں کے صالح اجزاء لینے کا جواز بھی معلوم ہو رہا ہے۔

– اسی طرح 'قسامت' کے بارے میں بھی آتا ہے کہ یہ زمانہ جاہلیت سے رائج تھا، اسلام میں رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے برقرار رکھا۔[68]

– رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ کچھ لوگ قلم کاری کرتے ہیں یعنی نر پودوں کو مادہ پودوں کے ساتھ ملاتے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس عمل میں کوئی زیادہ فائدہ نہیں۔ لوگوں نے اتباعِ سنت کے جذبے سے اس عمل کو ترک کر دیا۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ کو جب خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ کام مفید ہے تو انھیں کرنے کی اجازت ہے۔ ہاں اگر میں اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم بیان کروں تو اس پر عمل کرنا لازم ہے۔[69] قلم کاری کی یہ روایت ثقافت اور پیشے کا حصہ تھی اور ظاہر ہے کافی عرصے سے چلی آرہی ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ کی ابتدائی عمر مکہ مکرمہ گذری تھی جہاں لوگ کسان نہیں بلکہ تجارت پیشہ تھے۔ اس لیے قلم کاری کا یہ عمل نبی اکرم ﷺ کو چنداں مفید نہیں لگا۔ آپؐ کے ساتھ لوگوں کا ایمان اور عقیدت کا تعلق تھا تو آپ کے اس تبصرے پر سنت کے جذبے سے عمل پیرا ہوئے اور اس عمل کو ترک کر دیا۔ بعد میں رسول اللہ ﷺ نے خود اس کی وضاحت فرمادی کہ یہ ایک دنیاوی اور امورِ معاش میں سے ایک عمل تھا جس کے بارے میں میری رائے حتمی اور واجب العمل نہیں بلکہ اگر اس میں کوئی فائدہ ہو تو اسے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ گویا نبی اکرم ﷺ نے کھیتی باڑی کی اس ثقافت وروایت کو اسلام سے متصادم نہ پاکر برقرار رکھی۔

عہدِ خلافتِ راشدہ کے بعد جب اسلام کی سیاسی طاقت اپنی عروج پر پہنچی تو علوم میں ترقی کے لیے دنیاوی سارے اسباب بھی میسر آئے۔ اس دوران غیر عرب ثقافتوں اور تہذیبوں اور وہاں رائج علوم سے بھی مسلمانوں کو سابقہ پڑا۔ تو مسلمان اہلِ علم نے اپنی بیشتر توانائیاں ان علوم کے حصول، ان سے تعامل سے پیدا ہونے والے تضادات وتنقیدات کا جواب دینے اور اسلام کی اپنی علمی روایت کی تقویت اور اسے مزید ثروت مند بنانے کے لیے ان غیر اسلامی علوم پر بھی صرف کرنا شروع کر دی۔ اس غرض کے لیے اسلامی علمی روایت میں ترجمے کی تحریک اور بیت الحکمت کی ایک بھرپور تاریخ موجود ہے۔ بیت الحکمت ایک مکان میں محصور کسی ایک ادارے کا نام نہیں تھا بلکہ گویا یہ ایک علمی تحریک تھی جس کے تحت متعدد ادارے کام کر رہے تھے جن میں زیادہ شہرت اس ادارے کو حاصل ہوئی جو فلسفہ، مسیحی علم الکلام، منطق اور دیگر غیر عرب علوم پر لکھی گئی کتب کا عربی زبان میں ترجمے پر کام کے لیے مخصوص تھا۔ اس میں سینکڑوں لوگ مصروفِ عمل تھے اور اس تحریک کا بجٹ کڑوڑوں بلکہ شاید اربوں روپے میں رہا۔[70] یہ علوم جو عرب اور اسلامی تہذیب وثقافت کے لیے اجنبی تھے، ان سے تعامل اور اسلام کے علمی روایت کی مزید تعمیر وترقی کے لیے انھیں استعمال میں لانے کے لیے توانائی اور وسائل کا غیر معمولی حصہ صرف ہوا۔

۴۔۳: بوقتِ ضرورت ثقافتی املاک کو نشانہ بنایا جاسکتا ہے

جس طرح جدید بین الاقوامی قوانین جنگی ضرورت کے تحت ثقافتی املاک کو نشانہ بنانے کی اجازت دیتے ہیں اسی طرح اسلامی قانون بھی بوقتِ ضرورت دیگر ادیان اور ملتوں کے ثقافتی املاک کو مٹانے کی اجازت دیتا ہے۔ ثقافت املاک کو مخالف فوجی اگر مورچے یا اسلحہ کے لیے محفوظ مقام کے طور پر استعمال کرنا شروع کر دے وایسے مکانات کو نشانہ بنانے کا جواز بین الاقوامی اور اسلامی دونوں قوانین میں واضح ہے۔ کہ بہ صورتِ دیگر دفاع ممکن ہی نہ رہے گا۔ اسی طرح کتاب وسنت کی نصوص اور فقہا کی تصریحات میں جہاں غیر اسلامی

ملتوں اور ادیان کی رسم ورواج اختیار کرنے سے منع کیا گیا یا انھیں مٹانے کی ہدایت کی گئی ہے وہ اس ضرورت کے پیشِ نظر ہے۔ مثلاً عبادت گاہوں کے بارے میں جیسا کہ ماقبل صفحات میں گزرا ہے کہ نئی عبادت گاہوں کی تعمیر کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ اسی طرح مسلم اکثریت علاقوں میں غیر مسلموں کو اس طریقے سے کھلم کھلا عبادت کرنے، شراب اور خنزیر کے کاروبار اور استعمال کی اجازت نہیں دی جائے گی جس سے وہاں موجود مسلمانوں اور غیر مسلموں میں تنازع پیدا ہو۔ ہاں جو علاقے مسلم اکثریت نہیں تو وہاں کھلم کھلا عبادت بھی کرسکتے ہیں، شراب اور خنزیر کا کاروبار اور استعمال بھی کرسکتے ہیں۔ **فتاوی ہندیہ** میں ہے:

وَلَوْ رَفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِقِرَاءَةِ الزَّبُورِ وَالْإِنْجِيلِ إنْ كَانَ فِيهِ إظْهَارُ الشِّرْكِ مُنِعُوا عَنْ ذَلِكَ، وَإِنْ لَمْ يَقَعْ بِذَلِكَ إظْهَارُ الشِّرْكِ لَا يُمْنَعُونَ، وَيُمْنَعُونَ عَنْ قِرَاءَةِ ذَلِكَ فِي أَسْوَاقِ الْمُسْلِمِينَ، وَكَذَا عَنْ بَيْعِ الْخُمُورِ وَالْخَنَازِيرِ، وَعَنْ إظْهَارِ الْخُمُورِ وَالْخَنَازِيرِ فِي الْمِصْرِ وَمَا كَانَ فِي فِنَاءِ الْمِصْرِ، وَلَا بَأْسَ بِإِخْرَاجِ الصَّلِيبِ وَضَرْبِ النَّاقُوسِ إذَا جَاوَزُوا أَفْنِيَةَ الْمِصْرِ، وَفِي كُلِّ قَرْيَةٍ، أَوْ مَوْضِعٍ لَيْسَ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّهُمْ لَا يُمْنَعُونَ عَنْ ذَلِكَ، وَإِنْ كَانَ فِيهَا عَدَدٌ مِنْ الْمُسْلِمِينَ يَسْكُنُونَ فِيهَا كَذَا قَالَ مُحَمَّدٌ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - فِي السِّيَرِ: وَقَالَ كَثِيرٌ مِنْ أَئِمَّةِ بَلْخٍ: إنَّمَا قَالَ مُحَمَّدٌ - رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى - ذَلِكَ فِي قُرَاهُمْ بِالْكُوفَةِ فَإِنَّ ثَمَّةَ عَامَّةَ مَنْ يَسْكُنُهَا أَهْلُ الذِّمَّةِ وَالرَّوَافِضُ أَمَّا فِي دِيَارِنَا فَيُمْنَعُونَ عَنْ ذَلِكَ فِي الْقُرَى كَمَا يُمْنَعُونَ عَنْهُ فِي الْأَمْصَارِ وَمَشَايِخُنَا رَحِمَهُمْ اللَّهُ تَعَالَى قَالُوا: لَا يُمْنَعُونَ مِنْ إظْهَارِ ذَلِكَ وَإِحْدَاثِهِ فِي الْقُرَى عَلَى كُلِّ حَالٍ كَذَا فِي فَتَاوَى قَاضِي خَانْ فِي تَجْنِيسِ خُوَاهَرْ زَادَهْ فَإِنْ أَظْهَرُوا فِي مِصْرٍ مِنْ أَمْصَارِ الْمُسْلِمِينَ، أَوْ فِي قَرْيَةٍ مِنْ قُرَى الْمُسْلِمِينَ شَيْئًا لَمْ يُصَالَحُوا عَلَيْهِ مِثْلَ الزِّنَا وَالْفَوَاحِشِ وَالْمَزَامِيرِ وَالطُّبُولِ وَالْغِنَاءِ وَاللَّهْوِ وَالنَّوْحِ وَاللَّعِبِ بِالْحَمَّامِ مُنِعُوا مِنْهُ كَمَا يُمْنَعُ الْمُسْلِمُ مِنْهُ.[71]

اس کا حاصل ہے یہ ہے کہ غیر مسلموں کا مسلم اکثریت علاقوں میں کھلم کھلا عبادت، شراب اور خنزیر کے کاروبار اور استعمال سے اس لیے منع کیا جائے گا تاکہ وہاں اسلامی تہذیب وثقافت کو چیلنج کا سامنا اور اس کے نتیجے میں وہاں کوئی تنازع پیدا نہ ہو۔ مجسموں اور قبروں پر بنی تعمیرات، جو ثقافتی مظاہر ہیں، کے بارے میں علامہ یوسف قرضاوی نے طالبان وفد کو سمجھایا کہ مجسموں اور قبروں بنی تعمیرات کو تب گرانے کا حکم ہے جب ان کی عبادت کی جانے لگے۔ ظاہر ہے جب اسلامی ریاست اور مسلم اکثریت علاقوں میں غیر اللہ کی عبادت کی جانے لگے تو یہ اسلام کے بنیادی پیغامِ توحید اور اسلامی نظام کو چیلنج کرنے کے مترادف ہے۔

۵۔ اختتامی کلمات

- ثقافتی املاک کے تحفظ سے متعلق قوانین جدید دور کی پیداوار ہے، اگرچہ گزشتہ صدیوں میں بھی اس کی اہمیت کے کچھ مظاہر نظر آتے ہیں؛
- ان قوانین میں ثقافت کی املاک کی ایک ایسی جامع تعریف نہیں دی گئی ہے جو تمام معاہدات میں اختیار کیا گیا ہو، بلکہ معاہدوں میں ان کے اغراض ومقاصد کو پیشِ نظر رکھ کر ثقافتی املاک کی مختلف تعریفیں متعین کی گئی ہیں؛ مختلف جنگ کے دوران، امن کے دوران وغیرہ معاہدوں میں دی گئی تعریفات میں تھوڑا سا اختلاف پایا جاتا ہے؛
- ان تعریفات میں جو چند امور مشترک نظر آتی ہیں وہ یہ ہے کہ ہر وہ چیز یا رسم ورواج جو کسی مذہب کے پیروکاروں، کسی علاقے کے لوگوں کے لیے بہ حیثیت مجموعی شناخت یا تاریخی اہمیت کی حامل ہو تو وہ ثقافتی املاک میں شامل ہے؛
- جنگ کے دوران ان املاک کو نشانہ بنانا سختی سے ممنوع ہے؛
- جنگی ضرورت کے پیش نظر، جب ان املاک کا کردار جنگ کے نتیجے پر قوت کے ساتھ اثر انداز ہو، تو انھیں بقدرِ ضرورت نشانہ بنایا جاسکتا ہے؛

– اسلامی قانون میں براہِ راست ثقافتی املاک کو نشانہ بنانے سے متعلق قوانین کا ایک باقاعدہ باب یا فصل موجود نہیں، البتہ ایسی نظائر موجود ہیں جن سے اس موضوع کے بارے میں قانون سازی کے لیے بنیادی ڈھانچہ تشکیل دیا جاسکتا ہے؛

– ان مثالوں میں کچھ ایسی نظائر بھی شامل ہیں جو معاصر بین الاقوامی قوانین میں غیر مادی ثقافتی ورثہ کہا جاتا ہے؛

اسلامی قانون اس بنیادی نکتے میں معاصر بین الاقوامی قانون کے ساتھ کافی حد تک ہم آہنگ ہے کہ بوقتِ ضرورت ہی ثقافتی ورثہ کو نشانہ بنایا جاسکتا ہے، عام حالات میں نہیں۔

مصادر و مراجع:

---

[1] Captain Joshua E Kastenberg, USAF "The Legal Regime for Protecting Cultural Property during Armed Conflict," 42 Air Force Law Review, 277-302 (1997), p. 281.

[2] بعض تاریخ دانوں نے اس کی ایک وجہ یہ بھی بتایا ہے کہ شاہِ فارس کے محل کو جلانے کی وجہ فارسی افواج کی مزاحمت کو کمزور کرنا تھا۔ اس لحاظ سے گویا 'فوجی ضرورت' کا نظریہ اس عمل کی بنیاد بنا تھا۔ ملاحظہ ہو:

Philip Freeman, Alexander The Great (New York and London: Simon and Schuster, n.d.), Chapter 7, p. 184.

[3] Kastenberg, "The Legal Regime for Protecting Cultural Property during Armed Conflict," p. 282.

[4] Kastenberg, "The Legal Regime for Protecting Cultural Property during Armed Conflict," p. 283.

[5] Kastenberg, "The Legal Regime for Protecting Cultural Property during Armed Conflict," p. 284.

[6] لیبر کوڈ، دفعہ ۳۵، (General Orders No. 100, April 24, 1863)۔

[7] لیبر کوڈ، دفعہ ۳۵،

[8] Regulations: Art. 23: Convention (II) with Respect to the Laws and Customs of War on Land and its annex: Regulations concerning the Laws and Customs of War on Land. The Hague, 29 July 1899 (Hague Convention-II, 1899).

[9] Regulations: Art. 27: (Hague Convention-II, 1899).

[10] Regulations: Art. 46: (Hague Convention-II, 1899).

[11] Regulations: Art. 47: (Hague Convention-II, 1899).

[12] Regulations: Art. 56: (Hague Convention-II, 1899).

[13] Kastenberg, "The Legal Regime for Protecting Cultural Property during Armed Conflict," p. 288.

یورپی مورخین نے یورپ کی ثقافتی ورثے کی بربادی اور لوٹ مار کا رونا تو خوب رویا ہے مگر ثقافتی ورثے کے تحفظ کے ضمن میں مقبوضہ افریقی ممالک اور ایشیائی ممالک کے ثقافتی ورثے کی بربادی اور قابض یورپی طاقتوں کی لوٹ مار کا ذکر نہیں کرتے۔ نہ ان کے یہاں یہ بحث پائی جاتی ہے کہ سینکڑوں برس قبل کے مسلمان مصنفین کی قدیم کتابیں اور قیمتی و نایاب مخطوطات، نیز مسلمان سلاطین اور بادشاہوں کی یادگاریں امریکی اور یورپی جامعات اور میوزیمز میں کب اور کیسے پہنچیں۔ یہ بات مسلم ہے ان مقبوضہ ریاستوں سے ان نوادرات اور مخطوطات کی لوٹ مار کے وقت شاید بین الاقوامی قوانین موجود نہیں تھے مگر اخلاقی اصولوں، جن کی جڑیں یورپی مصنفین یونان اور رومی سلطنت کے بعد یورپ میں ہی تلاش کرتے ہیں، کا فقدان تو نہیں تھا۔ کیا اس لوٹ مار کا بین الاقوامی قانون

سازی کے لیے راہ ہموار کرنے میں کوئی کردار نہیں؟ برصغیر کی حد تک اس لوٹ مار کا ایک جائزہ لینے کے لیے ملاحظہ ہو: مولانا حسین مدنی، **برطانوی سامراج نے ہمیں کیسے لوٹا؟**(لاہور: طیب پبلشر، ۲۰۱۰ء)۔

[14] اس معاہدے کا پورا عنوان ہے:

The Convention on the Protection of Cultural Property in the Event of Armed Conflict, 1954.

[15] اس معاہدے میں زیادہ وہ شقیں شامل ہیں جن کا تعلق قبضے کے دوران ثقافتی ورثے کے تحفظ سے متعلق ہے۔ اس معاہدے میں کل ۱۵ شقیں شامل ہیں۔ اس معاہدے کا پورا عنوان ہے:

Protocol for the Protection of Cultural Property in the Event of Armed Conflict. The Hague, 14 May 1954.

[16] اس ملحق کا پورا عنوان ہے:

Second Protocol to the Hague Convention of 1954 for the Protection of Cultural Property in the Event of Armed Conflict The Hague, 26 March 1999.

[17] یہ معاہدہ ۲۰۰۶ء سے نافذ العمل ہے، اور اس کا پورا عنوان ہے:

Convention for the Safeguarding of the Intangible Cultural Heritage (2003).

[18] معاہدہ ہیگ دوم، دفعہ ا

[19] یہ تفریق لازم اور ہر جگہ اس کا اطلاق ضروری نہیں۔ اس مقالے میں بھی ان دونوں اصطلاحات کو ایک دوسرے کا مترادف استعمال کیا گیا ہے۔ ان دونوں اصطلاحات کے مابین فرق سے متعلق ایک مختصر مگر اچھی بحث کے لیے دیکھیے:

Tajwer Shamsi, "Armed Conflict and Intangible Cultural Heritage," on: https://www.dlpforum.org/2022/02/18/armed-conflict-and-intangible-cultural-heritage/ (last visited November 10, 2024).

[20] اس معاہدے کا پورا عنوان ہے:

Convention for the Safeguarding of the Intangible Cultural Heritage, 2003.

[21] دفعہ ۲ اور ۲(ا)، معاہدہ برائے تحفظ غیر مادی ثقافتی ورثہ بابت ۲۰۰۳ء۔

[22] دفعہ ۲ (۳)، معاہدہ برائے تحفظ غیر مادی ثقافتی ورثہ بابت ۲۰۰۳ء۔

[23] معاہدہ ہیگ بابت ۱۹۵۴ء، دفعہ ۱۶۔

[24] معاہدہ ہیگ بابت ۱۹۵۴ء، دفعہ ۱۷(۲)(اے)۔ بین الاقوامی قوانین میں ثقافتی ورثے کے تحفظ کے لیے تین طرح کا نظام متعارف کرایا گیا ہے: General Protection; Special Protection; and Enhanced Protection. ان تینوں سے متعلق گفتگو اگلی سطور میں آرہی ہے۔

[25] معاہدہ ہیگ بابت ۱۹۵۴ء، دفعہ ۱۷(۲)(سی)۔

[26] معاہدہ ہیگ بابت ۱۹۵۴ء، دفعہ ۱۷(۳)۔

[27] معاہدہ ہیگ بابت ۱۹۵۴ء، دفعہ ۵۔

[28] Para 3, Protocol to the Convention for the Protection of Cultural Property in the Event of Armed Conflict, 1954 (Protocol-I, 1954).

[29] Article 9(1)(a), Second Protocol to the Hague Convention of 1954 for the Protection of Cultural Property in the Event of Armed Conflict, 1999 (Protocol-II, 1999).

[30] Article 9(1)(c), Protocol-II, 1999.

[31] Article 9)1)(b), Protocol-II, 1999.

[32] Article 9(2), Protocol-II, 1999.

[33] یہ اردو تراجم کسی ماخذ سے مستفاد نہیں، بلکہ مقالہ نگار کی اپنی اختراع ہے۔ انھیں ان انگریزی اصطلاحات کے لیے اردو متبادل کے طور پر لیا جائے۔

[34] جنگی ضرورت کی تعریف اور شرائط سے متعلق گفتگو آگے آ رہی ہے۔

[35] معاہدہ ہیگ بابت ۱۹۵۴ء، دفعہ ۳۔

[36] معاہدہ ہیگ، دفعہ ۴(۳) اور دفعہ ۴؛

[37] معاہدہ ہیگ بابت ۱۹۵۴ء، دفعہ ۹۔

[38] Article 11(2), Hague Convention, 1954; and Model Law on the Protection Of Cultural Property In The Event of Armed Conflict, Article 11(4).

[39] معاہدہ ہیگ بابت ۱۹۵۴ء، دفعہ ۸۔

[40] معاہدہ ہیگ بابت ۱۹۵۴ء، دفعہ ۸۔

[41] معاہدہ ہیگ بابت ۱۹۵۴ء، دفعہ ۱۱(۱)۔

[42] اب تک اس رجسٹر میں دنیا بھر سے کتنے ثقافتی املاک کو خصوصی تحفظ ملا ہے اس کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو:

https://www.unesco.org/sites/default/files/medias/fichiers/2024/06/Register_Eng_2023.pdf?hub=415

[43] پروٹوکول دوم بابت ۱۹۹۹ء، دفعہ ۱۱۔

[44] The Committee for the Protection of Cultural Property in the Event of Armed Conflict ۔

[45] پروٹوکول دوم ۱۹۹۹ء، دفعہ ۲۷۔ اب تک اس لسٹ میں دنیا بھر سے کتنے ثقافتی املاک کو تحفظ کی یہ اعلیٰ قسم ملی ہے اس کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو:

https://www.unesco.org/sites/default/files/medias/fichiers/2024/05/Enhanced-Protection-List-2023_Eng.pdf?hub=415 (last accessed Nov. 11, 2024).

[46] پروٹوکول دوم بابت ۱۹۹۹ء، دفعہ ۱۰۔

[47] پروٹوکول دوم بابت ۱۹۹۹ء، دفعہ ۱۲۔

[48] کمیٹی کی جانب سے جن صورتوں میں اس نوع کا تحفظ معطل کیا جاتا ہے اس کا ذکر پروٹوکول دوم ۱۹۹۹ء کی دفعہ ۱۴ میں درج ہے۔

[49] پروٹوکول دوم ۱۹۹۹ء کی دفعہ ۱۳ کے الفاظ درج ذیل ہیں:

1. Cultural property under enhanced protection shall only lose such protection:
   a. if such protection is suspended or cancelled in accordance with Article 14; or
   b. if, and for as long as, the property has, by its use, become a military objective.
2. In the circumstances of sub-paragraph 1(b), such property may only be the object of attack if:
   a. the attack is the only feasible means of terminating the use of the property referred to in sub-paragraph 1(b);
   b. all feasible precautions are taken in the choice of means and methods of attack, with a view to terminating such use and avoiding, or in any event minimising, damage to the cultural property;

c. unless circumstances do not permit, due to requirements of immediate self-defence:

i. the attack is ordered at the highest operational level of command;

ii. effective advance warning is issued to the opposing forces requiring the termination of the use referred to in sub-paragraph 1(b); and

iii. Reasonable time is given to the opposing forces to redress the situation.

[50] أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهاني، **المفردات في غريب القرآن** (دمشق / بیروت: دار القلم، ۱۴۱۲ھ)، ص ۶۳۶۔

[51] زين الدين محمد عبد الرؤوف بن تاج العارفين بن علي بن زين العابدين المناوي، **التوقيف على مهمات التعاريف** (قاہرہ: عالم الکتب، ۱۹۹۰ء)، ص ۲۶۰۔

[52] Frederick Mathewson Denny, "Corruption" in Jane Dammen McAuliffe, General Editor, Encyclopedia of The Qur'ān (Leiden–Boston: Brill, 2001), 1: 439-440.

[53] ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی، **السنن**، كتاب الجهاد: باب فِي مَنْ يَغْزُو وَيَلْتَمِسُ الدُّنْيَا۔ حدیث نمبر: ۲۵۰۹۔

[54] مثلاً ملاحظہ ہو: شیخ خلیل احمد سہارنپوری، **بذل المجهود في حل سنن أبي داود** (الهند: مركز الشيخ أبي الحسن الندوي للبحوث والدراسات الإسلامية، ۲۰۰۶)، ج ۹، ص ۱۷؛ عبد الحق محدث دہلوی، **لمعات التنقيح في شرح مشكاة المصابيح** (دمشق: دار النوادر، ۲۰۱۴)، ج ۶، ص ۵۸۴؛ شرف الدين الحسين بن عبد الله الطيبي، **شرح الطيبي على مشكاة المصابيح المسمى بالكاشف عن حقائق السنن** (ریاض - مکہ مکرمہ: مکتبہ نزار مصطفی الباز، ۱۹۹۷)، ج ۸، ص ۲۶۵۷۔

[55] ابوداود سلیمان بن اشعث سجستانی، **السنن**، أول كتاب الجنائز: بَابٌ: فِي تَسْوِيَةِ الْقَبْرِ۔ حدیث نمبر: ۳۲۱۸۔

[56] اس وفد اور ہونے والی گفتگو سے متعلق الجزیرہ نے اس وقت ایک تفصیلی رپورٹ نشر کی تھی۔ ملاحظہ ہو: https://www.aljazeeramubasher.net/opinions/2021/8/28 (15-1-2025)۔

[57] مولانا تقی عثمانی صاحب نے اپنے سفر ناموں میں اسلامی دنیا میں موجود قدیم تاریخی تعمیرات کا ذکر کیا ہے جنھیں مسلم افواج کی جانب سے فتح ہونے کے بعد سے لے کر تاحال کوئی نقصان نہیں پہنچایا گیا۔ تب سے لے کر آج تک بالخصوص ماضی میں اسلامی اقدار وروایات کی پابند حکومتوں کے رویے سے یہ استدلال بجا ہے کہ اسلامی تعلیمات یہ ہرگز نہیں کہ دشمنوں کے ثقافتی املاک کو غیر ضروری نقصان پہنچایا جائے۔

[58] القرآن ۲۲: ۴۰۔ قرآنی آیات کے تراجم مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب کے ترجمہ قرآن "آسان ترجمہ قرآن" سے لیے گئے ہیں۔

[59] القرآن ۲۴: ۳۶۔

[60] القرآن ۷۲: ۱۸۔

[61] محمد بن اسماعیل بخاری، **الصحیح**، ؛ كتاب المغازي: باب غزوة ذي الخلصة، حدیث نمبر: ۴۳۵۵۔

[62] أبو بکر عبد الرزاق بن ہمام الصنعاني، **المصنف** (بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۳ھ)، ج ۶، ص ۶۰۔

[63] احمد بن علی ابو بکر الرازی الجصاص، **أحكام القرآن** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ)، ج ۵، ص ۸۳۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: محمد بن أبي بكر ابن قیم الجوزیۃ، **أحكام أهل الذمة** (دمام: رمادی للنشر، ۱۹۹۷ء)، ج ۳، ص ۱۱۶۸؛ اور محمد بن الحسن الشيباني، **شرح كتاب السير الكبير** (بیروت: دار الکتاب العلمیہ، ۱۹۹۷ء)، ج ۴، ص ۲۶۰ ومابعدہ۔

[64] محمد بن عیسیٰ بن سورہ ترمذی، **السنن** ، كتاب الاستئذان والآداب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب: مَا جَاءَ فِي تَعْلِيمِ السُّرْيَانِيَّةِ، حدیث نمبر: ۲۷۱۵۔

[65] ملاحظہ ہو: عبد الرحمن بن عبد اللہ بن احمد السہیلی، **الروض الأنف في شرح السيرة النبوية لابن هشام** (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۰ء)، ج ۲، ص ۴۶؛ اور أبو العباس أحمد بن عمر بن إبراهيم القرطبي، **المفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم** (دمشق- بیروت: دار ابن کثیر،

۱۹۹۶ء)،ج۶،ص۴۸۳۔

[66] مزید شرح وتفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ مولانا خلیل احمد سہارن پوری، **بذل المجهود**، ج۱۰، ص۱۰۱-۱۰۲۔ (كتاب أول الفرائض: باب في الحلف)؛ جلال الدین عبد الرحمن السیوطی، **مرقاة الصعود إلى سنن أبي داود** (بیروت: دار ابن حزم، ۲۰۱۲ء)، ج۲، ص۷۴۸۔

[67] بخاری، **الصحيح**، ؛ كتاب التفسير: باب سورة البقرة يا أيها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم، حدیث نمبر: ۴۲۳۴۔

[68] مسلم بن الحجاج القشیری، **الصحيح**، كتاب القسامة والمحاربين والقصاص والديات: باب القسامة ،حدیث نمبر: ۴۷۱۱۔ 'قسامت' کا مطلب یہ ہے کہ "کسی جگہ مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو اور اولیائے مقتول اہل محلہ پر قتل عمد یا قتل خطا کا دعویٰ کریں اور اہل محلہ انکار کریں تو اس محلے کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں۔" اسلامی قانون کے تصورِ قسامت کی مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: حافظ حبیب الرحمن، **اسلام کا قانونِ قسامت** (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی- بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، ۲۰۰۳)۔

[69] مسلم بن الحجاج القشیری، **الصحيح**، كتاب فضائل النبي صلى الله عليه وسلم وفواضله عليه الصلاة والسلام ، باب ترك الإكثار من مساءلة رسول الله صلى الله عليه وسلم توقيرًا له ووجوب امتثال ما فعله شرعًا في الدين دون ما ذكره رأيًا من معايش الدنيا وفضل النظر إليه وتمنيه، حدیث نمبر: ۵۹۷۳۔

[70] اسلام کی علمی روایت میں بیت الحکمت کے کردار پر عربی وانگریزی میں مختلف کتابیں تحریر کی گئی ہیں۔ مثلاً ملاحظہ ہو:

- ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی، عہدِ عباسی میں ترجمہ نگاری: تاریخ وتحقیق (نئی دہلی: مرکزی پبلیکیشنز، ۲۰۱۹ے)؛
- الترجمة في العصر العباسي: مدرسة حنين بن إسحاق وأهميتها في الترجمة ، ترجمة: د. نجيب غزاوي؛
- Dimitri Gutas, Greek Thought Arabic Culture: The Graeco-Arabic Translation Movement in Baghdad and Early Abbasid (2th–4th/8th–10th Centauries) (Landon-New York: Routledge, 1998);
- Uwe Vagelpohl, Aristotle's Rhetoric in the East: The Syriac and Arabic translation and commentary tradition (Leiden: Brill, 2008).

[71] لجنة علماء برئاسة نظام الدين البلخي ، **الفتاوى الهندية** (بیروت: دار الفکر، ۱۳۱۰ھ)، ج۲، ص۲۵۱۔